ماہنامہ

احمدیہ گزٹ کینیڈا

نومبر 2020ء

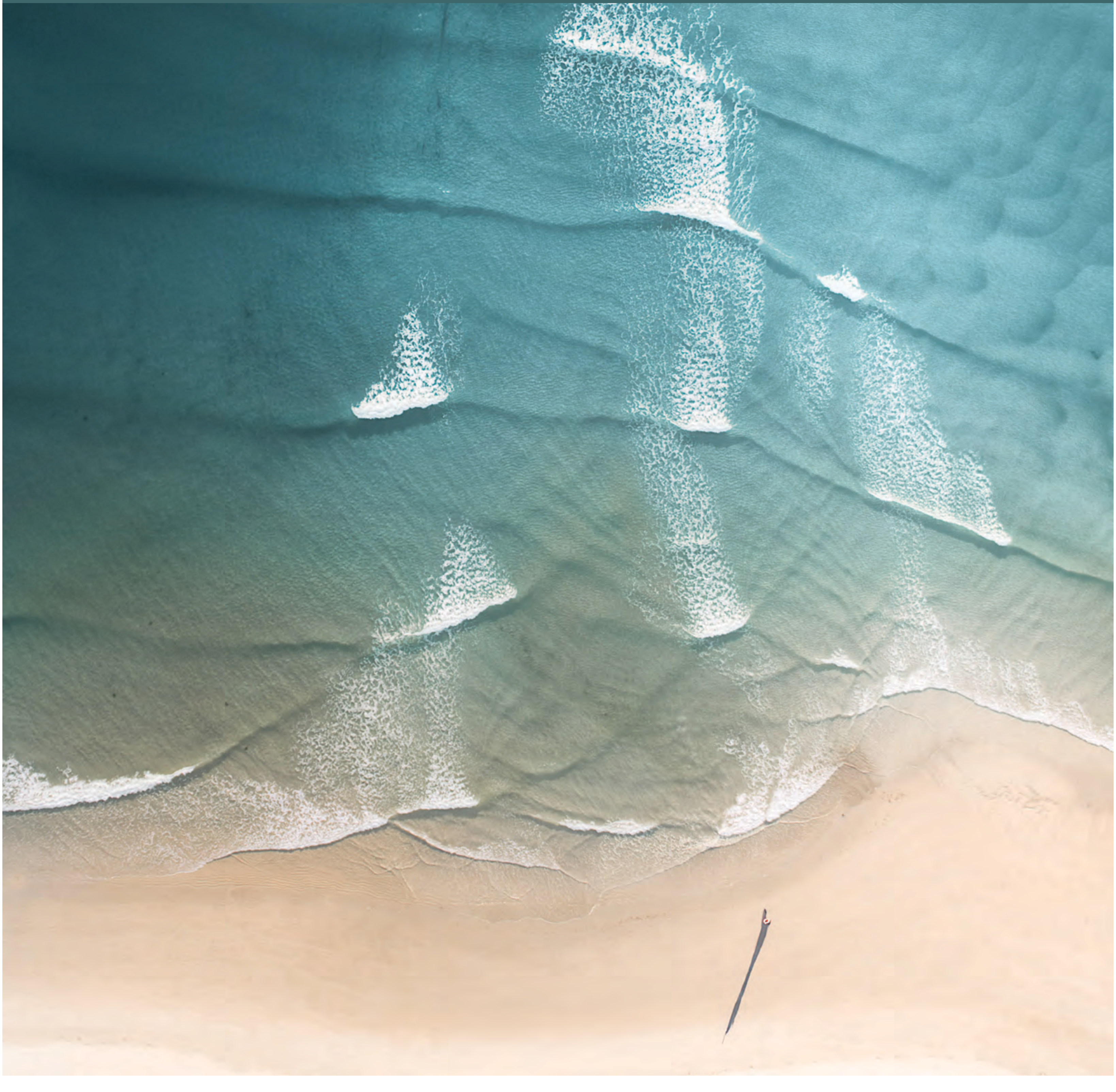

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے وقفِ جدید کے نئے سال کے آغاز کے موقع پر فرمایا:

’’پس بچے ہیں یا بڑے، نومبائعین ہیں یا پرانے احمدی اُن کو یہ ادراک حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کو پانے کا ایک ذریعہ اُس کی راہ میں خرچ کرنا ہے اور پھر بعض کی تو خدا تعالیٰ خود راہنمائی بھی کرتا ہے جیسے میں نے واقعات میں بھی بتایا۔ یہ لوگ ایسے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے قابلِ رشک کہلانے والے ہیں۔...

اللہ تعالیٰ دنیا میں قربانی کرنے والوں کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے۔‘‘

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 24 جنوری 2020ء)

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ماہنامہ احمدیہ گزٹ کینیڈا

جماعت احمدیہ کینیڈا کا تعلیمی، تربیتی اور دینی مجلّہ

نومبر 2020ء جلد نمبر 49 شمارہ 11

فہرست مضامین

★ قرآن مجید	2
★ حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	2
★ ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام	3
★ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطباتِ جمعہ کے خلاصہ جات	4
★ دعوت الی اللہ میں حکمت کے تقاضے از شعبہ تبلیغ جماعت احمدیہ کینیڈا	11
★ سیدنا حضرت بلال فنڈ کی عظمت واہمیت از مکرم مبارک احمد ظفر صاحب	12
★ چندہ کے مطالب اور اس کی فرضیت واہمیت از مکرم مولانا جاوید اقبال صاحب مربی سلسلہ	16
★ حدیث اور سنت میں فرق از مکرم انصر رضا صاحب	19
★ عیسائیت کے پھیلانے میں تلوار کا کردار از مکرم ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب	25
★ نماز کی ظاہری حالت اصل میں منشائے الٰہی کی تصویر ہے۔ از شعبہ تربیت جماعت احمدیہ کینیڈا	28
★ اس وبا کا ایک حسین پہلو (ایک ادبی اور تربیتی تحریر) از مکرم کاشف احمد صاحب	29
★ یادِ رفتگان: مکرم چوہدری غلام رسول صاحب از محترمہ صادقہ نصیر صاحبہ	30
★ بعض دیگر مضامین اور منظوم کلام اور اعلانات	33

نگران

ملک لال خاں

امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

مدیر اعلیٰ

مولانا ہادی علی چوہدری

نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

مدیران

ہدایت اللہ ہادیؔ اور عثمان شاہدؔ

معاون مدیران

حافظ رانا منظور احمد اور شفیق اللہ

نمائندہ خصوصی

محمد اکرم یوسف

معاونین

مسعود ناصر، فوزیہ بٹ، غلام احمد عابدؔ

تزئین وزیبائش

شفیق اللہ

مینیجر

مبشر احمد خالدؔ

رابطہ

editor@ahmadiyyagazette.ca

Tel: 905-303-4000 ext. 2241

www.ahmadiyyagazette.ca

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ٥

وَ مَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَھُمُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ وَتَثۡبِیۡتًا مِّنۡ اَنۡفُسِھِمۡ کَمَثَلِ جَنَّۃٍۭ بِرَبۡوَۃٍ اَصَابَھَا وَابِلٌ فَاٰتَتۡ اُکُلَھَا ضِعۡفَیۡنِ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ یُصِبۡھَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ٥

(سورۃ البقرہ 266:2)

۲۶۶۔ اوران لوگوں کی مثال جو اپنے اموال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے نفوس میں سے بعض کو ثبات دینے کے لئے خرچ کرتے ہیں، ایسے باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو اور اسے تیز بارش پہنچے تو بڑھ چڑھ کر اپنا پھل لائے، اور اگر اسے تیز بارش نہ پہنچے تو شبنم ہی بہت ہو۔ اور اللہ اس پر جو تم کرتے ہو گہری نظر رکھنے والا ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

750۔ عَنۡ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھَا قَالَتۡ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ : اَلسَّخِیُّ قَرِیۡبٌ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی، قَرِیۡبٌ مِنَ النَّاسِ، قَرِیۡبٌ مِنَ الۡجَنَّۃِ ، بَعِیۡدٌ مِنَ النَّارِ. وَالۡبَخِیۡلُ بَعِیۡدٌ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی، بَعِیۡدٌ مِنَ النَّاسِ، بَعِیۡدٌ مِنَ الۡجَنَّۃِ ، قَرِیۡبٌ مِنَ النَّارِ. وَالۡجَاھِلُ السَّخِیُّ أَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی مِنَ الۡعَابِدِ الۡبَخِیۡلِ

(الرسالۃ قشیریۃ . باب الجود والسخاء ، صفحہ 280 بحوالہ حدیقۃ الصالحین، حدیث 750، صفحہ 585)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سخی اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے، لوگوں سے قریب ہوتا ہے، اور جنت سے قریب ہوتا ہے، اور دوزخ سے دور ہوتا ہے۔

اس کے برعکس بخیل اللہ تعالیٰ سے دُور ہوتا ہے، لوگوں سے دُور ہوتا ہے، جنت سے دُور ہوتا ہے، لیکن دوزخ کے قریب ہوتا ہے۔

ان پڑھ سخی، بخیل عابد سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

ارشادات سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے
اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہ آئے گا

”ہر ایک شخص جو اپنے تئیں بیعت شدوں میں داخل سمجھتا ہے اس کے لئے اب وقت ہے کہ اپنے مال سے بھی اس سلسلہ کی خدمت کرے۔ جو شخص ایک پیسہ کی حیثیت رکھتا ہے، وہ سلسلہ کے مصارف کے لئے ماہ بہ ماہ ایک پیسہ دیوے۔ اور جو شخص ایک روپیہ ماہوار دے سکتا ہے وہ ایک روپیہ ماہوار ادا کرے۔...

ہر ایک بیعت کنندہ کو بقدرِ وسعت مدد دینی چاہیئے۔ تا خدا تعالیٰ بھی انہیں مدد دے۔...

ہر ایک شخص کا صدق اُس کی خدمت سے پہچانا جاتا ہے۔ عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہ آئے گا۔“

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 83)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے

ارشاد فرمودہ خطباتِ جمعہ کے خلاصہ جات

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 04 ستمبر 2020ء

سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 04 ستمبر 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ آلِ عمران کی آیت نمبر 173 اور اس کا ترجمہ پیش کیا اور فرمایا:

صحابہؓ کا ذکر چل رہا تھا اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کچھ ذکر باقی تھا۔ سورۃ آلِ عمران آیت 173 کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھانجے عروہ سے کہا کہ تمہارے آباء یعنی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت میں مذکور صحابہؓ میں سے ہیں۔ ان اصحابؓ نے جنگِ احد میں رسول اللہ ﷺ کے زخمی ہونے اور کفار کے پلٹ جانے کے بعد باوجود زخمی ہونے کے حضورؐ کے فرمان پر کفار کا پیچھا کیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ جنت میں میرے ہم سائے ہوں گے۔ عشرہ مبشرہ میں شامل حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کبار صحابہؓ میں سے تھے جو جنگ میں آپؐ کے آگے آگے اور نماز میں پیچھے کھڑے ہوتے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان فرمودہ پندرہ کاتبینِ وحی صحابہؓ میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل ہیں۔ ایک غزوہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خارش کی وجہ سے ریشم کی قمیص پہننے کی اجازت دی تھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مدینے میں مکانوں کی حد بندی کی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سرکاری زمینوں میں سے اتنا بڑا ٹکڑا عطا فرمایا کہ جس میں زبیر کا گھوڑا آخری سانس تک دوڑ سکے۔ حضورؓ کے اندازے کے مطابق یہ تقریباً بیس ہزار ایکڑ زمین بنتی ہے۔

جب اپنے عہدِ خلافت میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکسیر کی بیماری کی وجہ سے سخت بیمار ہوئے تو لوگوں نے آپؓ سے اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنے کی درخواست کی۔ اس موقع پر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام سامنے آنے پر ان کی نسبت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھا کر فرمایا کہ جہاں تک مجھے علم ہے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں یقیناً بہتر ہیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کو بھی سب سے زیادہ پیارے تھے۔

ایک مرتبہ کھیتوں کو سیراب کرنے والے پانی کے متعلق حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک انصاری بدری صحابیؓ سے اختلاف پیدا ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بات ختم کرنے کے لئے فرمایا کہ زبیرؓ تم اپنے کھیتوں کو سیراب کر کے اپنے پڑوسی کے لئے پانی چھوڑ دو۔ انصاری کو یہ بات ناگوار گزری اور اس نے کہا کہ زبیرؓ آپؐ کے پھوپھی زاد ہیں اس لئے آپؐ یہ فیصلہ فرما رہے ہیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا اور آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو ان کا پورا حق دلواتے ہوئے فرمایا کہ جب تک پانی منڈیر تک نہ پہنچ جائے اس وقت تک پانی کو روکے رکھو۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ...الخ اسی تنازع کے پس منظر میں نازل ہوئی ہے۔ یعنی تیرے رب کی قسم وہ کبھی ایمان نہیں لا سکتے جب تک وہ تجھے ان امور میں منصف نہ بنالیں جن میں ان کے درمیان جھگڑا ہوا ہے۔

حضرت حفص بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت کے مطابق حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سارا جسم تلوار کے زخموں سے چھلنی تھا۔ دریافت کرنے پر آپؓ نے فرمایا کہ یہ سارے زخم مجھے اللہ کی راہ میں آنحضور ﷺ کے ہم راہ جنگ کرتے ہوئے آئے ہیں۔

حضرت عثمان، حضرت مقداد، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وصیت کر رکھی تھی۔ چنانچہ وہ ان صحابہؓ کے مال کی حفاظت کرتے اور اپنے مال سے ان کے بچوں پر خرچ کرتے تھے۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق ذکر ملتا ہے کہ آپؓ کے ایک ہزار غلام تھے جو انہیں خراج ادا کرتے اور آپؓ اس میں سے کچھ بھی گھر نہ لاتے اور سب کا سب صدقہ کر دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین کے ستونوں میں سے ایک ستون ہیں۔

جنگِ جمل کے روز حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آج میں بحالتِ مظلومی قتل کیا جاؤں گا اور انہیں اپنے قرض کی ادائیگی کے متعلق ہدایات دیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قرض اس طرح چڑھا تھا کہ جب کوئی شخص آپؓ کے پاس امانت رکھوانے آتا تو آپؓ رقم ضائع ہونے کے خطرہ کے پیشِ نظر وہ رقم بصورت قرض لے لیا کرتے۔ آپؓ کی وفات کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حساب لگایا تو بائیس لاکھ کا قرض تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت کی تھی کہ اگر قرض کی ادائیگی میں تم عاجز آ جاؤ تو میرے مولیٰ یعنی خدا تعالیٰ سے مدد مانگ لینا چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قرض کی ادائیگی میں جہاں میں مصیبت میں پڑا میں نے یہی کہا کہ اے زبیر کے مولیٰ! ان کا قرض ادا کر دے اور اللہ تعالیٰ پھر کوئی نہ کوئی انتظام کر دیتا۔ قرض کی ادائیگی کے بعد بھی حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چار سال تک متواتر زمانہ حج میں منادی کرواتے رہے کہ جس کا حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قرض ہو وہ ہمارے پاس آئے ہم اسے ادا کریں گے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؓ کی میراث تقسیم کی۔ مختلف روایتوں کے مطابق ان کا پورا مال تین کروڑ باون لاکھ سے پانچ کروڑ بیس لاکھ تک بیان کیا جاتا ہے۔

انتخابِ خلافت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفصیل بیان

کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شہادتِ عثمانؓ کے بعد مفسدین بھاگ کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور اسلامی حکومت کے ٹوٹ جانے کے سخت اندیشے کا اظہار کر کے آپؓ کو بیعت لینے پر مجبور کیا۔ بعد میں ان ہی مفسدین میں سے ایک گروہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبردستی بیعت لی جو آپؓ دونوں اصحابؓ نے اس شرط پر کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کا فوری بدلہ لیا جائے گا اور بعد میں جب اس کام میں دیر ہوئی تو دونوں بیعت سے الگ ہو گئے اور مدینے سے چلے گئے۔ قتلِ عثمانؓ میں شریک شرپسندوں نے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خروج پر ابھارا تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں ابتداءً حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ شامل ہوئے لیکن حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے رسول اللہ ﷺ کی یہ پیشگوئی سن کر جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی علیحدہ ہو گئے کہ تم علیؓ سے لڑو گے اور زیادتی تمہاری طرف سے ہوگی۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنی وفات سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کا اقرار کر لیا تھا۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ابن جرموز نے جنگِ جمل سے واپسی پر شہید کیا تھا۔ جب ابنِ جرموز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر اور تلوار لایا تو آپؓ نے فرمایا کہ یہ وہ تلوار ہے جس سے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کی بے چینی دُور ہوئی تھی لیکن اب یہ موت اور فساد کی قتل گاہوں میں ہے۔ پھر آپؓ نے ابنِ جرموز کو دوزخ کی وعید سنائی اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہر نبی کے حواری ہیں اور میرا حواری زبیرؓ ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وادی سوا میں دفن ہوئے اور بوقتِ شہادت آپؓ کی عمر چونسٹھ، چھیاسٹھ یا ستاسٹھ برس تھی۔ آپؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں اور کثرت کے ساتھ اولاد پیدا ہوئی۔ حضورِ انور نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سات ازواج اور اٹھارہ بچوں کے نام بیان فرمائے۔

خطبہ کے دوسرے حصے میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تین مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

پہلا ذکر مکرم الحاج ابراہیم ممبائے صاحب نائب امیر سوم گیمبیا کا تھا۔ مرحوم 10 اگست 2020ء کو 76 برس کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

آپ نے 1961ء یا 1962ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ مرحوم کو بطور نائب امیر گیمبیا لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی اس کے علاوہ افسر جلسہ سالانہ، نیشنل سیکرٹری امورِ خارجہ اور صدر مجلس انصار اللہ گیمبیا بھی رہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے سبب ملک وقوم کی بھی بہترین خدمات بجالاتے رہے۔ بڑے عبادت گزار، تلاوتِ قرآن کا شغف رکھنے والے، مالی قربانی میں پیش پیش اور خلافت کے وفادار عاشق تھے۔ سوگواران میں دو بیگمات، سات بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ مرحوم کی ایک اہلیہ صدر لجنہ اما اللہ گیمبیا ہیں جب کہ ایک بیٹے صدر خدام الاحمدیہ رہ چکے ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے واقفِ زندگی اور جامعۃ المبشرین سے فارغ التحصیل ہیں۔

دوسرا ذکرِ خیر مکرم نعیم احمد خان صاحب ابن مکرم عبدالجلیل خان صاحب مرحوم نائب امیر کراچی کا تھا۔ اپریل 2020ء کے آخر میں ان کی وفات ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

مرحوم، خدام الاحمدیہ میں متعدد خدمات کے علاوہ قائد مجلس خدام الاحمدیہ کراچی اور پھر ناظم انصار اللہ ضلع کراچی بھی رہے۔ فضلِ عمر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر بھی رہے۔ جلسہ سالانہ کے انتظامات میں روٹی پکانے کی مشینیں لگانے کا منصوبہ بنایا گیا تو اس میں بطور انجینئر خدمت کی توفیق ملی۔ مرحوم تہجد گزار، عبادت کا شغف رکھنے والے، خلافت سے اخلاص و وفا کا تعلق نبھانے والے تھے۔

تیسرا ذکرِ خیر مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ٹھیکیدار ولی محمد صاحب مرحوم آف جرمنی کا تھا جو 19 جولائی 2020ء کو 74 برس کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

ان کے دادا حضرت میاں نظام الدین صاحب آف نابھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔ بڑی تہجد گزار، مہمان نواز، ضرورت مندوں کا خیال رکھنے والی قرآن کریم سے بے پناہ محبت رکھنے والی خاتون تھیں۔ پسماندگان میں چار بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ ان کے ایک بیٹے شفیق الرحمٰن صاحب مبلغ سلسلہ مشنری انچارج نیوزی لینڈ ہیں جو والدہ کے جنازے میں شامل نہیں ہو سکے۔ دوسرے واقفِ زندگی بیٹے عتیق الرحمٰن صاحب پرائیویٹ سیکرٹری آفس میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔

حضورِ انور نے تمام مرحومین کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 11 ستمبر 2020ء

سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 11 ستمبر 2020 کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج جن بدری صحابی کا ذکر کروں گا وہ حضرت بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپؓ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حبشہ کی رہنے والی تھیں جب کہ آپؓ کے والد سرزمینِ عرب سے ہی تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ کی پیدائش مکہ یا ایک روایت کے مطابق سراہ مقام پر ہوئی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رنگ گندم گوں سیاہی مائل، جسم دبلا پتلا، بال گھنے اور رخساروں پر گوشت بہت کم تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد شادیاں کیں تاہم آپؓ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آنحضرت ﷺ نے آپؓ کی نسبت فرمایا کہ بلالؓ اہلِ حبشہ میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام لانے کی پاداش میں سخت ترین عذاب دیا جاتا تاہم آپؓ ہر طرح کی سختی برداشت کرتے اور خدا کی وحدانیت کا نعرہ احد احد پکار کر بلند کرتے رہتے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے مالکوں نے زمین پر لٹا دیا اور سنگریزے اور گائے کی کھال آپؓ پر ڈال دی اور کہنے لگے کہ تمہارا رب لات اور عزیٰ ہے مگر آپؓ احد احد ہی کہتے رہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو سات اوقیہ یعنی دوسو اسی درہم کے عوض آپؓ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم تو اسے ایک اوقیہ میں بھی بیچ دیتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم سو اوقیہ میں بھی بیچتے تو میں اسے خرید لیتا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار یعنی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزاد کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دی جانے والی تکالیف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے مالک تپتی ریت پر لٹا

کر اوپر یا تو بڑے بڑے گرم پتھر رکھ دیتے یا نوجوانوں کو سینے پر کودنے کے لئے مقرر کر دیتے۔ لات اور عزیٰ کی الوہیت کے بار بار انکار پر امیہ کو غصہ آجاتا تو وہ آپؓ کے گلے میں رسہ ڈال کر شریر لوگوں کے حوالے کر دیتا جو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکے کی گلیوں میں پتھروں پر گھسیٹتے پھرتے۔ اس وجہ سے آپؓ کا بدن خون سے تر بتر ہو جاتا مگر وہ پھر بھی احد احد ہی کہتے چلے جاتے۔ ایک عرصے کے بعد جب خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو مدینے میں امن دیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان دینے کے لئے مقرر فرمایا۔ آپؓ ''ش'' اچھی طرح ادا نہ کر پاتے اور اسھد ان لاالٰہ الا اللہ کہتے جس پر مدینے کے ناواقف لوگ ہنستے۔ ایسے ہی ایک موقعے پر آپؐ نے فرمایا کہ تم بلالؓ کی اذان پر ہنستے ہو مگر خدا تعالیٰ عرش پر اس کی اذان سن کر خوش ہوتا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار السابقون الاوّلون میں ہوتا ہے۔ آپؓ نے اس وقت اسلام کا اعلان کیا جب صرف سات آدمیوں کو اس کی توفیق ہوئی تھی۔

ہجرتِ مدینہ کے موقعے پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر قیام کیا اور آپؓ کی مؤاخات حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت ابو رویحہ خیثمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قائم ہوئی۔

مدینے کی آب و ہوا کے باعث ہجرت کے ابتدائی ایام میں مہاجر صحابہؓ بکثرت بیمار ہوئے جو رہ رہ کر مکے کو یاد کیا کرتے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے کہ اے اللہ! شعبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور امیہ بن خلف پر لعنت ہو جنہوں نے ہماری سرزمین سے وبا والی زمین کی طرف ہمیں نکال دیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ! مدینے کو ہمیں ویسا ہی پیارا بنادے جیسا کہ ہمیں مکہ پیارا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

قادیان سے ہجرت کے موقعے پر تکالیف سے پریشان احمدیوں کو نصیحت کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ خیال چھوڑ دو کہ تم لٹے ہوئے ہو، تم نے ہجرت کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ ان مہاجرین پر افسوس کیا کرتے تھے جو وطن اور جائیدادوں کے چھوٹ جانے پر افسوس کرتے۔ ایک روز حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بخار ہو گیا تو انہوں نے شعر بنا بنا کر شور مچانا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو خفا ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم ایسے کام کے لئے یہاں آئے ہو۔ میں بھی تمہیں کہتا ہوں کہ خوش رہو۔ یہ نہ دیکھو کہ تم نے کیا کھویا ہے، تم دیکھو کہ ہم نے خدا تعالیٰ اور اسلام کی ترقی کے لئے، کھویا ہے۔ پس تم خوش رہو۔

ہم احمدیوں کو اس وقت کے خلیفہ کی طرف سے یہ نصیحت ملی تھی کہ ہماری ہجرت خدا تعالیٰ اور اسلام کے لئے ہے۔ لیکن آج وہ لوگ جو پاکستان کی تعمیر کے خلاف تھے اس کی اساس اور بنیاد کے دعویدار بن کر اپنے جھوٹ اور فریب سے احمدیوں کو بنیادی شہری حقوق سے محروم کر رہے ہیں۔ جس دین کی برتری اور خدمت کی خاطر ہم نے ہجرت کی، پاکستان کی پارلیمان نے اپنے سیاسی مقاصد کی خاطر ہم پر اس دین کا نام لینے پر بھی پابندی لگا دی ہے۔ ہمیں ان کی کسی سند کی ضرورت نہیں لیکن افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ ملک کے ان نام نہاد ٹھیکیداروں نے یہ ظلم صرف احمدیوں پر نہیں بلکہ پاکستان پر کیا ہے۔ یہ لوگ ملک کی بدنامی اور ترقی کو روکنے کا باعث بن رہے ہیں، دیمک کی طرح اس کی بنیادوں کو چاٹ رہے ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں سے اس ملک کو پاک کرے۔

اب میں دوبارہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعات بیان کرتا ہوں۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہ بدر میں آپؓ نے انصار کی ایک جماعت کے ساتھ مل کر امیہ بن خلف کو قتل کیا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کے سیکرٹری یا خزانچی بھی تھے۔ ایک موقع پر آنحضور ﷺ نے عورتوں کو صدقہ دینے کی تلقین فرمائی تو عورتیں اپنے ہاتھوں کو جھکا جھکا کر اپنی انگوٹھیاں اتارتیں اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کپڑے میں ڈالتی جاتی تھیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب سے پہلا مؤذن ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ساری زندگی میں آپؓ سفر و حضر میں مؤذن رہے۔ نماز کے وقت بلانے کے لئے آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ کے مشورے سے ناقوس اور بگل وغیرہ کا ارشاد فرمایا۔ پھر حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں اذان کے الفاظ سکھائے گئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ خواب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کے مطابق وحی بھی ہو چکی ہے۔ اس کے بعد رسولِ خدا ﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذان کے الفاظ بتاتے جاتے اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز سے وہ کلمات دہراتے جاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آواز سنی تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ خدا کی قسم! میں نے بھی خواب میں وہی دیکھا جو انہوں نے دیکھا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان دے کر فارغ ہوتے تو نبی کریم ﷺ کو اطلاع دینے کے لئے آنحضور ﷺ کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور کہتے **حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ یا رسول اللہ!**

سنن ابن ماجہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نمازِ فجر کی اطلاع دینے کے لئے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ سوئے ہوئے ہیں تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اَلصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ مِنَ النَّوۡمِ.

ایک دوسری روایت کے مطابق رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا اے بلال! یہ کتنے عمدہ کلمات ہیں تم اپنی فجر کی اذان میں انہیں شامل کرلو۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کچھ تھوڑا سا ذکر باقی ہے جو ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوگا۔

خطبے کے دوسرے حصے میں حضورِ انور نے چار مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

پہلا ذکرِ خیر عزیزم روف بن مقصود جونیئر بیلجیم متعلم جامعہ احمدیہ یوکے کا تھا جو 4 ستمبر 2020ء کو بوجہ برین ٹیومر وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن.

مرحوم 2018ء میں جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ عزیزم خوش اخلاق، خوش گفتار، وقف کی روح کو سمجھنے اور خلافت سے محبت کرنے والے، نہایت روشن دماغ، غیر معمولی صلاحیتوں کے حامل نوجوان تھے۔

دوسرا جنازہ مکرم ظفر اقبال قریشی صاحب سابق نائب امیر ضلع اسلام آباد کا تھا۔ مرحوم 3 ستمبر 2020ء کو ستاسی برس کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن.

آپ کے دادا حضرت عبیداللہ قریشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مسیح موعود موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔ مرحوم پیشے کے اعتبار سے انجینئر تھے اور 1994ء میں چیف انجینئر کی حیثیت سے سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہوئے۔ 1998ء سے 2019ء تک آپ اسلام آباد کے نائب امیر کے طور پر خدمات بجالاتے رہے۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ مرحوم بڑی بے نفسی اور عاجزی سے کام کرنے والے تھے۔

تیسرا ذکرِ خیر آنریبل کابنے کاباجا کاٹے صاحب آف

سینیگال کا تھا جو 24 اگست 2020ء کو پچاسی برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم 18 سال تک ملکی پارلیمان کے ممبر رہے اسی طرح مرکزی عاملہ میں بطور سیکرٹری امورِ خارجہ خدمت کی توفیق ملی۔ آپ بڑے بہادر، مخلص، خلافت کے محبّ، مہمان نواز، اعلیٰ سیاسی اور انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے۔

اگلا ذکرِ خیر مکرم مبشر لطیف صاحب ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان کا تھا جو 5 مئی 2020ء کو پچاسی برس کی عمر میں ٹورانٹو، کینیڈا میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم سترہ برس فیصل ٹاؤن لاہور کے صدر جماعت رہے۔ پاکستان میں جماعت کی وکلا کی ٹیم میں مرحوم کو گراں قدر خدمات کی توفیق ملی۔ آپ اُن تین وکلا میں بھی شامل تھے جنہیں 1974ء میں جماعت کی نمائندگی کا موقع ملا۔ پنجاب یونی ورسٹی لا کالج میں چھیالیس سال تک درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چھ بیٹیاں اور کئی نواسے نواسیاں یادگار چھوڑی ہیں۔

حضورِ انور نے تمام مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا کی۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 18 ستمبر 2020ء

سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 18 ستمبر 2020 کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

بدری صحابہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ غزوہ خیبر سے واپسی پر جب پڑاؤ کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آج رات تم ہماری نماز کے وقت کی حفاظت کرو۔ یعنی نماز کے وقت ہمیں جگا دینا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی استعداد کے مطابق نوافل ادا کرتے رہے لیکن نمازِ فجر سے پیشتر آپ کی بھی آنکھ لگ گئی۔ پس نمازِ فجر پر نہ تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاگ سکے اور نہ ہی دھوپ نکلنے تک کسی اور کی آنکھ کھلی۔ رسول اللہ ﷺ ان میں سب سے پہلے بیدار ہوئے اور آپؐ نے بلال کو بلوایا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نیند کے غلبے کا عذر بیان کیا جس پر آنحضرت ﷺ نے اس مقام سے کوچ کا ارشاد فرمایا۔ کچھ دور چلنے کے بعد آپؐ نے نماز کی تیاری کا حکم دیا۔ اس موقع پر بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اقامت کہی اور نماز کے بعد آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جو نماز بھول جائے تو چاہئے کہ جب یاد آئے تو اُسے پڑھ لے۔

فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خانہ کعبہ کی چھت پر اذان دینے کا حکم دیا۔ اسی طرح آپؐ جب خانہ کعبہ میں داخل ہوئے اور کعبے کے دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپؐ کے ہم راہ تھے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ کے موقعے پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوسفیان کو لے کر آنحضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے جہاں اس نے آپؐ کی بیعت کی اور رسول کریم ﷺ کو رشتے داری کا واسطہ دے کر اہلِ مکہ کے لئے امان طلب کی۔ آنحضور ﷺ نے ہر اس شخص کے لئے امان کا اعلان فرمایا جو خانہ کعبہ میں یا ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے، جو ہتھیار پھینک دے یا اپنے ہی گھر کے دروازے بند کرلے۔ ابوسفیان نے عرض کی کہ گلیوں والے بیچارے تو مارے جائیں گے۔ اس پر آپؐ نے ایک جھنڈا تیار کروایا اور فرمایا کہ جو بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہوگا اُسے بھی امان دی جائے گی۔ اس پر ابوسفیان نے تسلی کا اظہار کیا اور ان باتوں کا اعلان کرتا ہوا مکے میں داخل ہوگیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس واقعے میں جو سب سے عظیم الشان بات ہے وہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جھنڈا ہے۔ آنحضور ﷺ سردار تھے لیکن آپؐ سمیت کبار صحابہؓ اور صاحبِ اثر افراد میں سے کسی کا کوئی جھنڈا کھڑا نہ کیا گیا۔ اُس وقت صرف حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے شخص تھے جن کی مکے میں کوئی رشتے داری نہ تھی اور آپؓ پر جو ظلم ہوا تھا ویسا ظلم بھی کسی اور پر نہیں ہوا تھا۔ پس آج جب اسلامی لشکر دس ہزار کی تعداد میں مکے میں داخل ہو رہا تھا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوچتے ہوں گے کہ اب مجھ پر ہونے والے مظالم کا بدلہ لیا جائے گا۔ ایسے میں جب رسولِ خدا ﷺ کی طرف سے امان عطا کئے جانے کا اعلان ہوا ہوگا تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوچتے ہوں گے کہ میرا بدلہ تو رہ گیا۔ آپؐ نے جب دیکھا کہ آج صرف ایک شخص ہے جسے میرے معاف کردینے سے تکلیف پہنچ سکتی ہے تو آنحضور ﷺ نے اس کا ایسا بدلہ لیا کہ جب سے دنیا بنی ہے اور جب سے انسان نے طاقت حاصل کی ہے کسی نے ایسا عظیم الشان بدلہ نہیں لیا۔ آنحضور ﷺ نے تمام ظالموں کو پابند کردیا کہ اگر اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی جان بچانی ہے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جھنڈے کے نیچے آؤ۔ ہر وہ شخص جس کی جوتیاں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے پر پڑتی تھیں اُس کے سر کو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جوتی پر جھکا دیا گیا۔ یہ وہ بدلہ تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بدلے سے بھی شان دار تھا کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے تو اپنے باپ کی خاطر اپنے بھائیوں کو معاف کیا تھا مگر محمد ﷺ نے اپنے چچوں اور بھائیوں کو ایک غلام کے طفیل معاف کیا۔

حضورِ انور نے سیر روحانی کے حوالے سے درج بالا تفصیل پیش کرنے کے بعد دیباچہ تفسیر القرآن سے اس واقعے کی قدرے مختصر روایت بھی پیش فرمائی۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ بعض لوگ دونوں بیانوں میں بڑے نکتے نکال کر فرق بنانا شروع کردیتے ہیں۔ دونوں بیانوں میں تفصیل اور اختصار کے علاوہ واقعے اور نتیجے کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔

نجاشی شاہِ حبشہ نے آنحضور ﷺ کو تین نیزے تحفے میں بھیجے تھے جن میں سے ایک آپؐ نے اپنے لئے رکھ لیا تھا۔ عیدین پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم ﷺ کے آگے آگے وہ نیزہ لے کر چلتے اور ایک مخصوص مقام پر اسے گاڑ دیتے، آپؐ اسی کی طرف نماز پڑھتے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آگے چلا کرتے تھے۔

آنحضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جہاد پر جانے کی اجازت چاہی تو آپؓ نے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور اپنی حرمت اور حق یاد دلاتا ہوں۔ میں بوڑھا اور ضعیف ہوگیا ہوں، میری موت کا وقت قریب ہے اس وجہ سے میرے پاس ٹھہر جاؤ۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شرط پر مکے میں مقیم رہنے پر آمادہ ہوئے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد وہ کسی کے لئے اذان نہ دیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی طرح اصرار کیا لیکن حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاد پر جانے کے لئے مصر رہے تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؓ کو اجازت عنایت فرمادی۔

جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام میں مقیم تھے تو ایک مرتبہ آپؓ نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ اے بلال ! یہ کیسی سنگ دلی ہے کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کے لئے آؤ۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت رنج کی حالت میں بیدار ہوئے، مدینے پہنچ کر نبی کریم ﷺ کے روضۂ مبارک پر حاضر ہوکر زاروقطار رونے لگے۔ حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم وہاں پہنچے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بوسہ دیا اور گلے لگایا۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ صبح کی اذان آپؓ دیں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس روز حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان سن کر فرطِ جذبات سے مدینہ لرز اٹھا ورلوگوں کو نبی کریم ﷺ کا زمانہ یاد آ گیا۔

ایک روایت کے مطابق جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام تشریف لے گئے تو آپؓ کے کہنے پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان دی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخری زمانے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری عمر میں شام چلے گئے تھے۔ وہاں آپؓ نے ایک جگہ رشتے کے لئے درخواست کی اور کہا کہ میں حبشی ہوں چاہو تو رشتہ نہ دو اور اگر رسول کریم ﷺ کا صحابی سمجھ کر مجھے رشتہ دے دو تو بڑی مہربانی ہوگی۔ انہوں نے رشتہ دے دیا اور آپؓ شام ہی میں ٹھہر گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام میں وظیفوں کے لئے دفتر مرتب کروائے تو حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تم اپنے حساب کتاب کے لئے کسے نمائندہ مقرر کروگے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ حضرت ابورویحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، جنہیں میں اس اخوت کی وجہ سے جو رسول اللہ ﷺ نے میرے اور ان کے درمیان قائم فرمائی تھی، کبھی نہ چھوڑوں گا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاف گوئی کا ایک واقعہ یوں ملتا ہے کہ آپؓ کے بھائی خود کو عرب کی طرف منسوب کرتے اور یہی خیال کیا کرتے کہ وہ اُن ہی میں سے ہیں۔ انہوں نے ایک عرب عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا جنہوں نے یہ شرط رکھی کہ اگر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئیں گے تو ہم نکاح کردیں گے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں گئے اور تشہد پڑھ کر فرمایا کہ میں بلال بن رباح ہوں اور یہ میرا بھائی ہے لیکن یہ اخلاق اور دین کے لحاظ سے اچھا آدمی نہیں ہے۔ تم نکاح کرنا چاہو تو کردو اور اگر ترک کرنا چاہو تو ترک کردو۔ انہوں نے کہا کہ جس کے آپؓ بھائی ہیں اس سے ہم نکاح کردیں گے۔

ایک مرتبہ بعض لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ فلاں شخص سے ہماری بہن کا نکاح کردیں۔ آپؐ نے فرمایا حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلال کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ وہ لوگ تین مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ متواتر یہی جواب دیتے رہے۔ تیسری مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرنے کے بعد آپؐ نے فرمایا تم لوگوں کا ایسے شخص کے بارہ میں کیا خیال ہے جو اہلِ جنت میں سے ہے۔ اُس پر اُن لوگوں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی بہن کا نکاح کردیا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ مبارک میں عید کے دن قریش کے بڑے بڑے رؤساء کے بچے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اتفاق سے اسی وقت حضرت بلال، عمار اور صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ آپؓ کو ملنے کے لئے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ اصحابؓ کو اپنے نزدیک جگہ دینے کے لئے ان رؤساء کے بچوں کو پیچھے ہٹنے کا ارشاد فرمایا یہاں تک کہ وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے جوتیوں تک جا پہنچے۔ باہر نکل کر جب انہوں نے ایک دوسرے سے اِس ذلت کا ذکر کیا تو اُنہی میں سے ایک نے کہا کہ یہ ہمارے باپ دادا کے اعمال کا نتیجہ ہے۔ پھر اُن سب نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ اِس ذلت کے داغ کو دھونے کا کیا طریقہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بات پر اس قدر جذباتی ہوئے کہ ان کی بات کا کوئی جواب نہ دے سکے اور صرف ہاتھ کے اشارے سے شام کی طرف اشارہ کردیا جہاں اُس وقت اسلامی افواج مصروفِ جہاد تھیں۔ وہ نوجوان اُسی وقت اونٹوں پر سوار ہوئے اور شام کی طرف روانہ ہوگئے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اُن میں سے ایک بھی شخص زندہ واپس نہیں آیا۔

خطبے کے اختتام پر حضورِ انور نے فرمایا کہ قربانیاں دینی پڑتی ہیں تبھی مقام ملتا ہے۔ اسلام کی یہ خوبصورت تعلیم ہے کہ جو شروع سے قربانیاں کرنے والے اور وفا دکھانے والے ہوں چاہے وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہوں ان کا مقام بہرحال اونچا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ابھی جاری ہے باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوگا۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 25 ستمبر 2020ء

سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 25 ستمبر 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا ایک مرتبہ رسولِ خدا ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ تم جنت میں مجھ سے آگے رہتے ہو۔ کل شام جب میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے آگے تمہارے قدموں کی چاپ سنی۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں جب بھی اذان دیتا ہوں تو دو رکعت نفل نماز پڑھتا ہوں۔ جب بھی میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو میں وضو کر لیتا ہوں۔ اپنے نزدیک تو میں نے اس سے زیادہ امید والا عمل اور کوئی نہیں کیا کہ رات اور دن میں جب بھی میں نے وضو کیا تو میں نے اس وضو کے ساتھ نماز ضرور پڑھی ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ پاکیزگی اور مخفی عبادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو یہ مقام دیا کہ جنت میں بھی آپؓ رسولِ خدا ﷺ کے بالکل اسی طرح ساتھ ساتھ ہیں جیسے عید کے روز نیزہ پکڑ کر آنحضرت ﷺ کے آگے چلتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جنت میں کسی کے قدموں کی چاپ سنی تو جبرائیل سے دریافت کیا کہ یہ قدموں کی چاپ کیسی ہے جبرائیل نے کہا یہ بلالؓ ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اے کاش! میں بلالؓ کی ماں کے بطن سے پیدا ہوتا۔ اے کاش! بلالؓ کا باپ میرا باپ ہوتا۔ کیا اعلیٰ مقام ہے اس بلالؓ کا جسے ایک وقت میں حقیر سمجھ کر پتھروں پر گھسیٹا گیا۔

قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں جب شام فتح ہوا تو ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصرار پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت تمام اصحابؓ اتنا روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔

ایک موقعے پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مستورات سے خطاب فرماتے ہوئے سورۃ الکہف کی آیت 46 کے ذیل میں الباقیات الصالحات کے متعلق حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ چند دن پیشتر ایک عرب آیا جس نے کہا کہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہوں۔ معلوم نہیں اس نے سچ کہا تھا کہ جھوٹ، مگر میرا دل اس وقت چاہتا تھا کہ میں اس سے لپٹ جاؤں کہ یہ اس شخص کی اولاد میں سے ہے جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں اذان دی تھی۔ آج حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد اور جائیدادیں کہاں ہیں؟ مگر وہ اذان جو اس نے محمد رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں دی تھی وہ اب تک باقی ہے، اور باقی رہے گی۔ یہ وہ نیکیاں ہیں جو باقی رہنے والی ہیں۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چوالیس احادیث مروی ہیں۔ صحیحین میں چار روایات آئی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جنت تین لوگوں علیؓ، عمارؓ اور بلالؓ سے ملنے کی بہت مشتاق ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ بلالؓ جو ہمارے سردار ہیں یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں کیونکہ آپؓ نے ہی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آزاد کرایا تھا۔

حضرت سلمان، صہیب اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک مجمع میں تھے کہ ابوسفیان آئے۔ اس پر ان لوگوں نے کہا کہ اللہ کی تلواریں اللہ کے دشمن کی گردن پر نہ پڑیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات سنی تو انہیں ٹوکا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات آنحضرت ﷺ کو بتائی تو آپؐ نے فرمایا کہ شاید تم نے انہیں ناراض کر دیا ہے اگر تم نے انہیں ناراض کیا تو یقیناً تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوری واپس گئے اور ان غریب صحابہؓ سے معافی مانگی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی روایت کے مطابق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے 14 نقباء میں شمار فرمایا۔ اسی طرح ایک موقعے پر آپؐ نے فرمایا کہ بلالؓ شہداء اور مؤذنوں کا سردار، کیا ہی اچھا انسان ہے۔ قیامت کے دن سب سے لمبی گردن والے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ فرمایا بلالؓ کو جنت میں ایک اونٹنی دی جائے گی اور وہ اس پر سوار ہوں گے۔ رسولِ خدا ﷺ نے بلالؓ کی اہلیہ سے فرمایا کہ بلالؓ مجھ سے منسوب جو بات تم تک پہنچائیں وہ یقیناً سچی ہوگی۔ تم بلالؓ سے کبھی ناراض نہ ہونا ورنہ تمہارا اس وقت تک کوئی عمل قبول نہ ہوگا جب تک تم نے بلالؓ کو ناراض رکھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ بلالؓ! غریبی میں مرنا۔ اور امیری میں نہ مرنا ورنہ آگ ٹھکانہ ہوگی۔

یعنی کسی سائل کو دھتکارنا نہیں اور یہ نہیں کہ صرف جوڑتے رہو اور خرچ نہ کرو۔ حجرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بستر پر لیٹتے تو یہ دعا پڑھا کرتے اے اللہ! تو میری خطاؤں کو معاف فرما اور میری کوتاہیوں کے متعلق مجھے معذور سمجھ۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات بیس ہجری میں دمشق یا حلب میں ہوئی۔ بوقتِ وفات آپؓ کی عمر ساٹھ سال سے زائد تھی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ مکے میں پیدا ہوئے پھر عرب قوم میں پیدا ہوئے اور عربوں میں بھی قریش کے قبیلے میں پیدا ہوئے جو دوسری عرب قوموں کو بھی ذلیل سمجھتا تھا۔ رسول کریم ﷺ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جن کے نزدیک کوئی غیر قوم مقہور و ذلیل ہوتی ہے۔ آپؐ کو یونانیوں اور حبشیوں سے بھی ویسا ہی پیار تھا جیسا عربوں سے تھا۔ غیر قوموں سے آپؐ کی جنگیں ہوئیں جس کے نتیجے میں اُن اقوام کی حکومتیں ختم ہوگئیں اس کے باوجود اُن میں آنحضرت ﷺ کے لئے ایک محبت پیدا ہوگئی۔

حضرت مسیح علیہ السلام کے پیروکاروں میں ایسی محبت کی کوئی مثال نہیں ملتی جیسی محبت کے نمونے رسول کریم ﷺ پر ایمان لانے والے غلاموں نے دکھائے، وہ آپؐ پر ایمان لائے تو پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے۔

ہم جائزہ لیتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حبشی غلام تھے کیا انہوں نے آنحضرت ﷺ کی محبت کو رواداری یا دل رکھنے کا ایک عمل سمجھا یا اسے حقیقی محبت جانا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دورِ خلافت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اذان دینے کے واقعے کو بیان کر کے فرمایا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حبشی تھے، جن سے عربوں نے خدمتیں لیں۔ جنہیں عربوں سے کوئی خونی رشتہ نہیں تھا۔ اُن کے دل پر اس واقعے کا کیا اثر ہوا کہتے ہیں انہوں نے اذان ختم کی تو بیہوش ہوگئے اور چند منٹ بعد فوت ہوگئے۔ یہ گواہی تھی رسولِ کریم ﷺ کے دعوے پر کہ میرے نزدیک عرب اور غیر عرب میں کوئی فرق نہیں۔ یہ محبت اور عشق جو غیر قوموں نے آپؐ کے ذریعے دکھایا یہ سب سے بڑی عملی گواہی ہے کہ آپؐ نے انہیں یقین کروا دیا تھا کہ ان کی اپنی قوم بھی ویسی محبت ان سے نہیں کر سکتی جو محمد رسول اللہ ﷺ نے ان سے کی ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ یہ تھے ہمارے سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے اپنے آقا و مطاع سے عشق و وفا اور اللہ تعالیٰ کی توحید کو دل میں بٹھانے اور پھر اس کے عملی اظہار کے وہ نمونے قائم کئے جو ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ ہیں۔ آج ہماری نجات اسی میں ہے کہ توحید کے قیام اور عشقِ رسولِ عربی ﷺ کے ان نمونوں پر قائم ہوں اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر آج یہاں ختم ہوتا ہے۔

خطبے کے دوسرے حصے میں حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے پانچ مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا:

پہلا ذکر مکرم مولانا طالب یعقوب صاحب ابن محترم طیب یعقوب صاحب مبلغ سلسلہ ٹرینی ڈاڈ ٹوباگو کا تھا۔ مرحوم 8 ستمبر 2020ء کو تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

آپ نے 1979ء میں زندگی وقف کی اور جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخلہ لیا جہاں سے 1989 میں شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ مرحوم کو دنیا کے مختلف ملکوں میں نہایت اخلاص کے ساتھ خدمت کی توفیق ملی۔ آپ نے پسماندگان میں ایک بیٹا، دو بیٹیاں، دو بھائی اور تین بہنیں سوگوار چھوڑی ہیں۔

دوسرا جنازہ مکرم انجینئر افتخار علی قریشی صاحب سابق وکیل المال ثالث، نائب صدر مجلس تحریکِ جدید ربوہ کا تھا۔ آپ 3 جون 2020ء کو 99 برس کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

سرکاری ملازمت سے سبکدوشی کے بعد 1983ء میں مرحوم

نے وقف کیا اور متعدد خدمات کی توفیق پائی۔

تیسرا ذکر خیر محترمہ رضیہ سلطانہ صاحبہ اہلیہ حکیم خورشید احمد صاحب، خورشید یونانی دواخانہ گول بازار ربوہ و سابق صدر عمومی ربوہ کا تھا۔مرحومہ موصیہ تھیں اور 81 برس کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

پسماندگان میں ایک بیٹی یادگار چھوڑی ہیں۔

چوتھا جنازہ مکرم محمد طاہر احمد صاحب نائب ناظر بیت المال قادیان کا تھا جو 28 مئی 2020ء کو بعارضہ جگر کینسر ستاون سال کی عمر میں نور ہسپتال قادیان میں وفات پا گئے تھے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم نے 1989ء سے تادم آخر اکتیس سال تک مختلف اداروں میں خدمت کی توفیق پائی۔مرحوم کے پسماندگان میں ضعیف والدین کے علاوہ اہلیہ اور دو بیٹے شامل ہیں۔

اگلا جنازہ عزیزم عقیل احمد ابن مرزا خلیل احمد بیگ صاحب استاد جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا کا تھا۔عزیزم پاکستان گئے ہوئے تھے جہاں مختصر علالت کے بعد 13 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضور انور نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور والدین اور بہنوں کو صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

خطبے کے اختتام پر حضورِانور نے فرمایا کہ آج کل چونکہ یہاں جنازے حاضر نہیں آتے اس لئے بہت سارے لوگ جنازہ پڑھانے کی درخواست کرتے ہیں۔ وقت کی کمی کی وجہ سے تمام جنازوں کا ذکر نہیں ہوسکتا۔اس لئے نام بولے بغیر ہی بتادوں کہ میں جو بھی جنازے یہاں پڑھاتا ہوں اس میں وہ سب شامل ہوجاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اُن سب سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور سب کے لواحقین کو بھی صبر عطا فرمائے اور اُن کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق بخشے۔آمین

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن ۔ 08، 15، 22، 29 ستمبر 2020ء)

وقفِ جدید

وقفِ جدید کی ابتداء 1957ء میں ہوئی۔اس تحریک کے مقاصد میں دیہاتی جماعتوں کی تعلیم وتربیت کے پروگرام کے علاوہ ایسے افراد جو بت پرستی میں مبتلا ہیں، ان کو توحید کا پیغام پہنچانا بھی شامل ہے۔ابتدائی طور پر اس تحریک میں حصہ لینا پاکستان تک محدود تھا۔بعدازاں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے اس تحریک کو عالمگیر حیثیت عطا فرمادی۔

تحریک وقفِ جدید کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے اور ضرور پورا ہو کر رہے گا۔میرے دل میں چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ تحریک ڈالی ہے اس لئے خواہ مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں، کپڑے بیچنے پڑیں، میں اس فرض کو تب تک پورا کروں گا۔ اگر جماعت کا ایک فرد بھی میرا ساتھ نہ دے، خدا تعالیٰ ان لوگوں کو الگ کردے گا جو میرے ساتھ نہیں دے رہے اور میری مدد کے لئے فرشتے آسمان سے اتارے گا۔“

(فرمودہ خطبہ جمعہ 5 جنوری 1958ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ احمدی ماؤں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اگر تمام احمدی بچے جو آپ کی گودوں میں پلتے ہیں، تمام احمدی بچے جن کی تربیت کی ذمہ داری آپ پر ہے، اس طرف متوجہ ہوں۔...

لیکن اس طرف پوری توجہ کی ضرورت ہے اور بچوں کے ذہنوں میں اس کام کی اہمیت بٹھانے کی ضرورت ہے۔ اور بچوں کے ذہنوں میں آپ وقف جدید کی اہمیت بٹھا نہیں سکتے جب تک آپ کے ذہنوں میں وقف جدید کی اہمیت نہ بیٹھی ہو۔“

(روزنامہ الفضل ربوہ۔11 فروری 1968ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”بچوں کو شروع ہی سے وقف جدید میں شامل کیا جائے تو ہر قسم کے دوسرے چندوں میں اللہ تعالیٰ ان کے حوصلے بڑھائے گا۔“

(مالی قربانی ایک تعارف صفحہ 115)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز وقفِ جدید کے سال نو کا اعلان کرتے ہوئے ایک ایمان افروز واقعہ ذکر فرمایا:

”لائبیریا سے ایک مبلغ صاحب لکھتے ہیں کہ کیپ ماؤنٹ کاؤنٹی کی ایک جماعت ہے اس میں مغرب عشاء کے بعد احباب جماعت کو میں نے وقف جدید کے چندے کے حوالے سے تحریک کی تو احباب نے حسب معمول باری باری اپنا اور اپنے فیملی ممبر کا چندہ ادا کرنا شروع کردیا۔اسی دوران دو چھوٹے لڑکے عزیزم سلیمان اور عزیزم عبداللہ کمارا مسجد سے اٹھ کر چلے گئے اور کچھ دیر کے بعد دونوں واپس آئے اور بیس بیس لائبیرین ڈالر چندہ ادا کردیا۔کہتے ہیں کیونکہ عموماً وہاں والدین بچوں کا چندہ دیتے ہیں اس لئے مجھے خیال آیا کہ ان بچوں سے پوچھوں کہ انہوں نے اپنا چندہ خود کیوں دیا ہے۔اس پر دونوں بچے کہنے لگے کہ ہمیں یہ پتا چلا تھا کہ خلیفۂ وقت کا یہ ارشاد ہے کہ بچے بھی وقفِ جدید میں شامل ہوں۔اس لئے ہم نے سوچا کہ اب ہم خلیفۃ المسیح کے ارشاد کے مطابق پیسے جمع کرکے خود اپنا چندہ ادا کریں گے۔دُور دراز کے علاقے میں بیٹھے ہوئے بچے جنہوں نے کبھی خلیفۂ وقت کو دیکھا بھی نہیں لیکن اب یہ اخلاص اور تعلق ہے جو صرف اور صرف خدا تعالیٰ ہی ان کے دلوں میں پیدا کرسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے اخلاص و وفا کو مزید بڑھائے۔

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔24 جنوری 2020ء، صفحہ 9)

ہدایات چندہ وقفِ جدید

1۔چندہ وقف جدید کا سال یکم جنوری سے شروع ہو کر 31 دسمبر کو اختتام پذیر ہوتا ہے۔

2۔کوشش کی جائے کہ کوئی فرد جماعت مرد، عورت، جوان، بوڑھا یا بچہ اس پاک تحریک میں شامل ہونے سے رہ نہ جائے۔

3۔نومبائعین کو بھی اس مقدس سکیم میں شامل کیا جائے۔

4۔خاندان کا سرپرست اس امر کو یقینی بنائے کہ گھر کا کوئی فرد اس سکیم میں شامل ہونے سے محروم نہ رہے۔ یہاں تک کہ نئے پیدا ہونے والے بچے کی طرف سے چندہ ادا کیا جائے۔

5۔نئے کمانے والے جو پہلے اپنے والدین کے زیر کفالت تھے، برسرروزگار ہونے کے بعد ان سے ان کی آمد کے مطابق وعدے لئے جائیں۔

6۔وہ وفات شدگان جو خدا تعالیٰ کے فضل سے اس سکیم میں حصہ لے رہے تھے، ان کے عزیز و اقارب کو ان کی مالی قربانی جاری رکھنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔

7۔ہر طرح سے کوشش کی جائے کہ کوئی بھی فرد جماعت اس بابرکت سکیم میں حصہ لینے سے محروم نہ رہے تا وہ خدا تعالیٰ کی برکات وافضال سے حصہ پانے والا ہو۔

(مالی قربانی ایک تعارف صفحہ 115)

قسط نہم

دعوت الی اللہ میں حکمت کے تقاضے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں:

’’ربّ کی طرف بلانے میں ایک اور بھی حکمت پیشِ نظر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ ایک ایسی دولت ہے جس کو پانے کے بعد انسان تنہا اس سے لذت یاب ہو ہی نہیں سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں دو قسم کی نعمتیں ہیں۔ ایک وہ جن کے ختم ہونے کا خوف انسان کو لاحق ہو اور دوسری وہ جو نہ ختم ہونے والی نعمت ہو۔ جن نعمتوں کے ختم ہونے کا خطرہ ہو ان کے اردگرد باڑیں بن جایا کرتی ہیں، ان کے اردگرد فصیلیں کھڑی ہو جایا کرتی ہیں، ان کے اردگرد قانون حائل ہو جاتے ہیں اور انسان چاہتا ہے کہ یہ میرے اور میرے عزیزوں کے لئے محفوظ رہیں اور تھوڑی بہت اپنی مرضی سے کبھی وہ اس دولت کو چھوڑ بھی دیتا ہے لیکن بالعموم اس میں شراکت کو پسند نہیں کرتا لیکن اگر ایسی دولت ہو جس سے دنیا بھی فیضیاب ہو سکے اور اس کی لذتوں میں کبھی کوئی کمی نہ آسکے تو یہ فطرت کا تقاضا ہے کہ اس کی طرف انگلیاں اٹھتی ہیں اس دولت کی طرف بلایا جاتا ہے اور مزہ پورا نہیں آتا جب تک اور شریک نہ ہو جائیں۔ ...

پس اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ (سورۃ النحل 126:16) میں اور وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ (سورۃ حٰم السجدہ 34:41) میں اس حکمت کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ اللہ کو پانے والے ایک ایسے خزانہ کو پا لیتے ہیں جو نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے۔ ایک ایسی نعمت ہے جس پر کوئی زوال نہیں آسکتا اور پھر تنہا اس سے لذت یاب ہونے کو ان کا دل نہیں چاہتا۔ وہ بے قرار ہو جاتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لوگ شریک ہوں اور اس سے ہم زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہوں۔‘‘

(خطباتِ طاہرؒ۔ جلد دوم، صفحہ 148-149)

شعبہ تبلیغ جماعت احمدیہ کینیڈا

سیدنا بلال فنڈ کی عظمت واہمیت

مکرم مبارک احمد ظفر صاحب، ایڈیشنل وکیل المال یوکے

الٰہی سلسلوں پر اگر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی سلسلہ کی بنیاد رکھتا ہے تو اس کی مضبوطی اور استقامت کے لئے اس کے ماننے والوں سے مختلف قسم کی قربانیوں کا بھی تقاضہ کرتا ہے کیونکہ اس کے بغیر الٰہی سلسلے ترقی کی منازل طے نہیں کر سکتے۔ اوران قربانیوں میں جان کی قربانی کا ایک الگ اور خاص مقام ہے، جس کے نظارے ہمیں اسلام کی نشاۃ اولیٰ کے عہد میں اس طرح دکھائی دیتے ہیں جس طرح آسمان پر جھلملاتی ہوئی کہکشائیں۔اور اس میں ہر قربانی اپنے پیچھے محبت ووفا اور اخلاص کی ایک لمبی داستان لئے ہوئے ہوتی ہے، آج کل ہمارے امام سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز شہدائے بدر کے ایمان افروز واقعات میں جنہیں بیان بھی فرما رہے ہیں۔

جیسا کہ میں نے کہا کہ قربانیاں الٰہی سلسلوں کے لئے ایک جزو لاینفک ہوتی ہیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق آپؐ کے غلام صادق کے ذریعہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے دور کی بنیاد رکھی تو اس میں بھی ان قربانیوں کو اس سلسلہ کے لئے ایک لازمی جزو قرار دیا۔ پس یہی وجہ ہے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے اس دور میں جہاں غلامانِ مسیح محمدی نے اپنے مال اور وقت کی قربانیوں کی بے نظیر تاریخ رقم کی وہاں انہوں نے اپنے جانوں کے نذرانے بھی اپنے خدا کے حضور اس طرح ہنستے ہنستے پیش کئے کہ ان کی جانی قربانیوں کی چمک آنکھوں کو خیرہ کرتی محسوس ہوتی ہے۔

مسیح محمدی کا زمانہ جس میں سے آج ہم گزر رہے ہیں یہ وہ زمانہ ہے جس میں حق وباطل کی ایسی جنگ لڑی جارہی ہے جس میں تلوار اور بندوق کی بجائے قلم اور دلائل کا استعمال ہو رہا ہے اور اب تو یہ جنگ فیصلہ کن مرحلہ میں داخل ہو چکی ہے جس میں لیظھرہ علی الدین کلہ کی نوید کے مطابق بالآخر فتح یقیناً اسلام اور احمدیت کی ہی ہے۔ ان شاء اللہ

اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے اس دور میں گو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یضع الحرب کا ارشاد فرما کر اسلام کی نشاۃ اولیٰ کی طرح جنگوں اور تلوار کے جہاد کو موقوف فرما دیا تھا لیکن چونکہ دشمنان احمدیت ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیاری جماعت کے افراد کی جانوں کے درپے رہے ہیں۔ پس جب ہم جماعت کی ایک سوتیس سالہ تاریخ کی ورق گردانی کرتے ہیں تو ہمیں اس مختصر سے عرصے میں افرادِ جماعت خدا کی رضا کی خاطر دیگر قربانیوں کے ساتھ ساتھ جانی قربانیوں کے نذرانے پیش کرتے اور اس راہ میں عشق و وفا کی نئی نئی داستانیں رقم کرتے نظر آتے ہیں۔ دورِ اول کے مسلمانوں کے لئے ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے کہ انہیں مجبوراً اپنے مخالفین کے خلاف تلوار اٹھا کر میدان میں اترنا پڑا لیکن دور آخر میں جب کہ اسلام کی اس حقیقی جماعت نے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی یضع الحرب کے تحت تلوار کی بجائے قلم کو اپنا طریقہ جہاد بنایا تو کلمۂ حق کا اقرار کرنے والے ان نہتے مظلوموں کو ان کے گھروں میں جب کہ وہ پُرامن طریق پر رہتے تھے، ان کے کاروباروں پر جہاں وہ دیانتداری سے اپنے فرائض سرانجام دیتے تھے اور ان کی مساجد میں جہاں وہ اپنے رب کے حضور عبادات کے نذرانے پیش کرتے تھے، دشمن نے بے خبری کے عالم میں انہیں بڑی بے دردی سے شہید کیا۔ اور یہی انداز اس دور کی شہادتوں کا خاصہ ہے۔

اسلام کی نشاۃ اولیٰ کے دور میں دشمنان اسلام کی طرف سے کئے جانے والے بھیانک اور دل دوز مظالم کی داستانوں میں جب بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام گونجتا ہے تو فوراً مکہ کی وادی میں شدید گرمی کی حالت میں تپتے ہوئے پتھروں پر ننگے جسم لٹائے گئے ایک بندۂ خدا کے ننگے جسم پر برستے کوڑوں کا روح کو تڑپا دینے والا نظارہ سامنے آجاتا ہے اور جس میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح کی گہرائیوں سے اٹھنے والی احد احد احد کی آواز کانوں میں ارتعاش پیدا کرتی ہے اور ایک منصف مزاج انسانی روح کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہے۔

خود گرمی ہی نا قابل برداشت ہوتی ہے لیکن صحرا کی گرمی تو جسم کو جھلسا دیتی ہے۔ ایسے وقت میں انسان کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ ننگا نہ رہے تا کہ جلد محفوظ رہ سکے۔ لیکن ایسی جھلسا دینے والی شدید گرمی کی دوپہر میں ایک غلام کو اس کا مالک ننگے بدن ریت اور پتھروں پر لٹا کر مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے دین سے منحرف ہو جائے اور شرک میں واپس آجائے۔ لیکن آفرین ہے اس صبر کے کوہِ گراں پر کہ انتہائی تکلیف دہ حالت میں بھی اس کی زبان سے احد احد کی آواز ہی بلند ہوتی ہے۔ شدید درد اور نقاہت کی وجہ سے اگر کسی وقت یہ آواز مدھم پڑ جاتی تو اس کا مالک اپنا کان اس کے منہ کے قریب لا کر اس کی آواز کو اس امید کے ساتھ سننے کی کوشش کرتا کہ شاید اس کی خواہش کے مطابق وہ اس غلام سے اپنے بتوں کی تعریف سن سکے لیکن ہر دفعہ اسے ناامیدی ہوتی اور اس جھنجھلاہٹ میں وہ اپنے پرتشدد رویہ کو اور بھی شدید کر دیتا اور کبھی پتھر اس کے سینہ پر رکھ دیتا اور کبھی اس کے جسم پر کوڑے برسانے لگتا، مگر اس ایمان کی مضبوط پہاڑ کی طرف سے کمزوری دیکھنا اسے نصیب نہ ہوتی۔

یہ مالک جس کا نام امیہ بن خلف تھا اور غلام جن کا نام حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ تھا۔ امیہ نے آپؓ پر مصائب کے پہاڑ ڈھائے۔ آپؓ کے ہاتھ رسیوں سے باندھ کر گردن میں رسی ڈال کر رات بھر تاریک کوٹھری میں اس طرح پھینک دیا کرتا جیسے آپؓ کوئی انسان نہیں بلکہ کوئی ناکارہ سامان ہوں، آپؓ کے جسم پر اس زور سے رسیاں باندھی جاتیں کہ آپؓ کی جلد کٹ جاتی۔ پھر دن کے وقت مکہ کی گلیوں میں آپؓ کو گھسیٹ کر اور صحرا کی ریت پر لیٹا کر کوڑے برسائے جاتے، پتھر اور چکی کے پاٹ آپؓ کے سینہ پر رکھ دیئے جاتے۔ انسان نہیں بلکہ جانور سمجھ کر اس طرح پیٹا جاتا کہ موت سامنے نظر آنے لگتی۔ لیکن ایک روح پر موت کیسے وارد ہوسکتی ہے؟ اس پاکیزہ روح کے منہ سے جب تک اس کی سانسیں بحال رہتیں احد احد کی ہی صدا بلند ہوتی۔ لیکن اگر کسی وقت اس آواز میں کچھ ضعف پیدا ہوتا تو کوڑے برسانے والا سمجھتا کہ اس کی روح نے

اس کے جسم کا ساتھ چھوڑ دیا ہے تو اس کا ہاتھ کچھ دیر کے لئے کوڑے برسانے سے رک جاتا لیکن جب پھر اس ایمان کے پتلے کی سانس بحال ہوتی تو مالک کی طرف سے ظلم کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو جاتا۔

ایسی ہی ایک کیفیت میں جب کہ امیہ کے تشدد کے نتیجہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم میں نقاہت پیدا ہوگئی اور آپؓ کی آواز میں ضعف ہوگیا اور امیہ نے سوچا کہ اب یہ غلام مر گیا ہے اور اس نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ کہیں اس کی رقم ڈوب نہ جائے، اس نیم مردہ جسم کا سودا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کرنا چاہا۔ چنانچہ اسی نیم مردہ حالت میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کانوں نے کچھ اس قسم کی آوازیں سنیں کہ امیہ کہہ رہا تھا کہ میں اس سیاہ جانور کے سو درہم لوں گا۔ لیکن جب اس نے اس غلام کے قریب آ کر دیکھا کہ ابھی اس کی سانسیں چل رہی ہیں تو امیہ نے کہا اس کی سانسیں ابھی چل رہی ہیں اور یہ زندہ ہے۔ اس لئے اے ابوبکر! میں نے اس کے دو سو درہم لینے ہیں۔ کچھ دیر بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محسوس کیا کہ ان کی رسیاں ڈھیلی ہو رہی ہیں اور چکی کا پاٹ بھی ان کے سینہ سے ہٹ گیا ہے۔ اور کوئی ان کو سہارا دے کر اٹھا رہا ہے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بمشکل انہیں پہچانا کہ وہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

امیہ جب کہ اس غلام کی قیمت کے طور پر ملنے والے اپنے دو سو درہم گن رہا تھا کہ اس نے طنزاً مسکراتے ہوئے کہا کہ اے ابوبکر! تم اگر مجھے اس غلام کے سو درہم بھی دیتے تو میں انکار نہ کرتا، اس موقعہ پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چہرے کی طرف دیکھا جو امیہ سے کہہ رہے تھے کہ تم سودا کرتے ہوئے چوک گئے ہو اگر تم مجھ سے اس کے ہزار درہم بھی مانگتے تو میں ضرور دے دیتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سہارا دے کر اپنے گھر لے آئے۔ ان کا علاج کیا اور اس طرح حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تندرستی کے ساتھ ساتھ آزادی بھی نصیب ہوئی۔

اب قیامت تک کے لئے یہ ایک مثال بن گئی ہے کہ جب بھی کسی مظلوم پر ظلم کے پہاڑ ڈھائے جائیں گے، اس پر زمین تنگ کی جائے گی، اس کے لئے زندگی گزارنا مشکل کی جائے گی، جب بھی زمانہ امیہ بنے گا اور بلالؓ جیسے معصوموں کو دکھوں اور تکلیفوں کا نشانہ بنائے گا تو یقیناً ابو بکرؓ بھی پیدا ہوتے رہیں گے اور اس طرح مظلوموں کی اذیتوں کا مداوا ہوتا رہے گا۔

ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے اس مظلوم صحابیؓ کا بدلہ اہلِ مکہ سے اس طرح لیا کہ جب فتح مکہ کی بابرکت گھڑی آئی تو اگرچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگِ بدر کے موقعہ پر امیہ کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر کے اس کے ظلموں کا کسی قدر بدلہ لے چکے تھے۔ لیکن آنحضور ﷺ نے اپنے اس مظلوم صحابیؓ پر ہونے والے ظلموں کا تمام اہلِ مکہ سے اس طرح بدلہ لیا کہ آپؐ نے اس موقعہ پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا جھنڈا کھڑا کر کے اعلان کروایا کہ جو آج بلالؓ کے جھنڈے تلے آئے گا اسے بھی پناہ دی جائے گی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ مورخہ 18 ستمبر 2020ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”آپؐ نے فرمایا بہت اچھا لاؤ۔ ایک جھنڈا بلالؓ کا تیار کرو۔ ... اور فرمایا کہ یہ بلالؓ کا جھنڈا ہے۔ یہ اسے لے کر چوک میں کھڑا ہو جائے اور اعلان کر دے کہ جو شخص بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہوگا اس کو نجات دی جائے گی۔ ... اس واقعہ میں جو سب سے زیادہ عظیم الشان بات ہے وہ بلال کا جھنڈا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلالؓ کا جھنڈا بناتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو شخص بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہو جائے گا اس کو پناہ دی جائے گی حالانکہ سردار تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ آپؐ کے بعد قربانی کرنے والے ابوبکرؓ تھے مگر ابوبکرؓ کا بھی کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ ان کے بعد مسلمان ہونے والے رئیس عمرؓ تھے مگر عمرؓ کا بھی کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ ان کے بعد عثمانؓ مقبول تھے اور آپؐ کے داماد تھے مگر عثمانؓ کا بھی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ ان کے بعد علیؓ تھے جو آپؐ کے بھائی بھی تھے اور آپؐ کے داماد بھی تھے مگر علیؓ کا کوئی جھنڈا نہیں کھڑا کیا جاتا۔ پھر عبدالرحمٰن بن عوفؓ وہ شخص تھے جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آپؓ وہ شخص ہیں کہ جب تک آپؓ زندہ ہیں مسلمان قوم میں اختلاف نہیں ہوگا لیکن عبدالرحمٰنؓ کا کوئی جھنڈا نہیں بنایا جاتا۔ پھر عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کے چچا تھے اور بعض دفعہ وہ گستاخی بھی کر لیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بول لیا کرتے تھے تو آپؐ خفا نہ ہوتے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بھی کوئی جھنڈا نہیں بنایا۔ پھر سارے رؤسا اور چوٹی کے آدمی موجود تھے۔ خالد بن ولیدؓ جو ایک سردار کا بیٹا، خود بڑا نامور انسان تھا، موجود تھا۔ عمرو بن عاصؓ ایک سردار کا بیٹا تھا۔ اسی طرح اور بڑے بڑے سرداروں کے بیٹے تھے مگر ان میں سے کسی ایک کا جھنڈا نہیں بنایا جاتا۔ جھنڈا بنایا جاتا ہے تو بلالؓ کا بنایا جاتا ہے۔ کیوں؟ اس کی کیا وجہ تھی؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ ... صرف ایک شخص تھا جس کی مکہ میں کوئی رشتہ داری نہیں تھی۔ جس کی مکہ میں کوئی طاقت نہیں تھی۔ جس کا مکہ میں کوئی ساتھی نہیں تھا اور اس کی بے کسی کی حالت میں اس پر وہ ظلم کیا جاتا جو نہ ابوبکرؓ پر ہوا، نہ علیؓ پر ہوا، نہ عثمانؓ پر ہوا، نہ عمرؓ پر ہوا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نہیں ہوا۔ ...

وہ کیا ظلم تھا۔ وہ ظلم یہ تھا کہ جلتی اور تپتی ہوئی ریت پر بلالؓ کو ننگا لٹا دیا جاتا تھا۔ تم دیکھو ننگے پاؤں میں مئی اور جون میں نہیں چل سکتے۔ اس کو ننگا کر کے تپتی ریت پر لٹا دیا جاتا تھا۔ پھر کیلوں والے جوتے پہن کر نوجوان اس کے سینے پر ناچتے تھے اور کہتے تھے کہ کہو خدا کے سوا اور معبود ہیں۔ کہو محمدؐ رسول اللہ جھوٹا ہے اور بلالؓ آگے سے اپنی حبشی زبان میں جب وہ بہت مارتے تھے کہتے تھے۔ **اسھد ان لا اِلٰہ اِلا اللہ. اسھد ان لا اِلٰہ اِلا اللہ** کہ وہ شخص آگے سے یہی جواب دیتا تھا کہ تم مجھ پر کتنا بھی ظلم کرو میں نے جب دیکھ لیا ہے کہ خدا ایک ہے تو دو کس طرح کہہ دوں اور جب مجھے پتہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول ہیں تو میں انہیں جھوٹا کس طرح کہہ دوں؟ اس پر وہ اور مارنا شروع کر دیتے تھے۔ گرمیوں کے مہینوں کے موسم میں، ان مہینوں میں جب گرمیاں ہوتی ہیں اس موسم میں اس کے ساتھ یہی حال ہوتا تھا۔ اسی طرح سردیوں میں وہ یہ کرتے تھے کہ ان کے پیروں میں رسی ڈال کر انہیں مکہ کی پتھروں والی گلیوں میں گھسیٹتے تھے۔ ان کا چمڑا زخمی ہو جاتا تھا یعنی کھال زخمی ہو جاتی تھی۔ وہ گھسیٹتے تھے اور کہتے تھے کہو جھوٹا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہو خدا کے سوا اور معبود ہیں تو وہ کہتا **اسھد ان لا اِلٰہ اِلا اللہ. اسھد ان لا اِلٰہ اِلا اللہ**

اب جب کہ اسلامی لشکر دس ہزار کی تعداد میں داخل ہونے کے لئے آیا تو بلالؓ کے دل میں خیال آیا ہوگا کہ آج ان بوٹوں کا بدلہ لیا جائے گا جو میرے سینے پر ناچتے تھے۔ آج ان ماروں کا معاوضہ بھی مجھے ملے گا جس طرح مجھے ظالمانہ طور پر مارا گیا تھا لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا وہ معاف۔ جو خانہ کعبہ میں داخل ہو گیا وہ معاف۔ جس نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے معاف۔ جس نے اپنے گھر کے دروازے بند کر لئے وہ معاف تو بلالؓ کے دل میں خیال آیا ہوگا کہ یہ تو اپنے سارے بھائیوں کو معاف کر رہے ہیں اور اچھا کر رہے ہیں لیکن میرا بدلہ تو رہ گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ آج صرف

ایک شخص ہے جس کو میرے معاف کرنے سے تکلیف پہنچ سکتی ہے اور وہ بلالؓ ہے کہ جن کو میں معاف کر رہا ہوں وہ اس کے بھائی نہیں۔ جو اس کو دکھ دیا گیا ہے وہ اور کسی کو نہیں دیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا میں اس کا بدلہ لوں گا اور اس طرح لوں گا کہ میری نبوت کی بھی شان باقی رہے اور بلالؓ کا دل بھی خوش ہو جائے۔

آپؐ نے فرمایا بلالؓ کا جھنڈا کھڑا کرو اور ان مکہ کے سرداروں کو جو جوتیاں لے کر اس کے سینے پر ناچا کرتے تھے، جو اس کے پاؤں میں رسی ڈال کر گھسیٹا کرتے تھے، جو اسے تپتی ریتوں پر لٹایا کرتے تھے کہہ دو کہ اگر اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی جان بچانی ہے تو بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے آ جاؤ۔ میں سمجھتا ہوں جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے، جب سے انسان کو طاقت حاصل ہوئی ہے اور جب سے کوئی انسان دوسرے انسان سے اپنے خون کا بدلہ لینے پر تیار ہوا ہے اور اس کو طاقت ملی ہے اس قسم کا عظیم الشان بدلہ کسی انسان نے نہیں لیا۔ جب بلالؓ کا جھنڈا خانہ کعبہ کے سامنے میدان میں گاڑا گیا ہوگا۔ جب عرب کے رؤسا، وہ رؤسا جو اس کو پیروں سے مسلا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ بولتا ہے کہ نہیں کہ محمدؐ رسول اللہ جھوٹا ہے۔ اور اب جب نظارہ بدلا، جب حالات بدلے تو اب وہ دوڑ دوڑ کر اپنے بیوی بچوں کے ہاتھ پکڑ پکڑ کر اور لا لا کر بلالؓ کے جھنڈے کے نیچے لاتے ہوں گے کہ ہماری جان بچ جائے۔ تو اس وقت بلالؓ کا دل اور اس کی جان کس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور ہو رہی ہوگی۔ وہ کہتا ہوگا میں نے تو خبر نہیں ان کفار سے بدلہ لینا تھا یا نہیں یا لے سکتا تھا کہ نہیں اب وہ بدلہ لے لیا گیا ہے کہ ہر شخص جس کی جوتیاں میرے سینے پر پڑتی تھیں اس کے سر کو میری جوتی پر جھکا دئے گئے ہیں۔ یہ وہ بدلہ ہے کہ وہ جوتیاں جو سینے پر ناچا کرتی تھیں آج ان کو پہننے والے سر بلال کی جوتی پر جھکا دیئے گئے ہیں۔ یہ وہ بدلہ تھا جو یوسفؑ کے بدلہ سے بھی زیادہ شاندار تھا۔ اس لئے کہ یوسف نے اپنے باپ کی خاطر اپنے بھائیوں کو معاف کیا تھا۔ جس کی خاطر کیا وہ اس کا باپ تھا اور جن کو کیا وہ اس کے بھائی تھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچوں اور بھائیوں کو ایک غلام کی جوتیوں کے طفیل معاف کیا۔ بھلا یوسفؑ کا بدلہ اس کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔

(ماخوذ از سیر روحانی۔ انوار العلوم۔ جلد 24، صفحہ 269-273)''

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 9 اکتوبر 2020ء، صفحہ 5-6)

پھر قرآنی پیشگوئی'' وَّ اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ (62 :4) یعنی انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی اسے مبعوث کیا ہے جو ابھی ان سے نہیں ملے اور وہ کامل غلبہ والا (اور) صاحب حکمت ہے۔'' کے مطابق دورِ اولین کے نمونے دورِ آخرین میں ضرور نظر آئیں گے۔

اسی طرح قرآنی الفاظ'' ثُلَّۃٌ مِّنَ الۡاَوَّلِیۡنَ ۙ وَ ثُلَّۃٌ مِّنَ الۡاٰخِرِیۡنَ ؕ (سورۃ الواقعہ 40:56-41) یعنی پہلوں میں سے ایک بڑی جماعت ہے اور پچھلوں میں سے بھی ایک بڑی جماعت ہے،'' کے مطابق اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے دور میں بھی ایسی جماعت ضرور ہونی تھی جو پہلی جماعت کی ہی طرح ہوتی۔ اور پہلے دور کے حالات وواقعات دوسرے دور میں بھی ضرور رونما ہونے تھے۔ جب بھی کوئی امیہ بن کر بلالؓ پر ظلم کرتا تو ضرور تھا کہ کوئی ابو بکرؓ بن کر بلالؓ کو سہارا دیتا۔

پھر دور آخرین کے متعلق یہ پیشگوئی بھی ہے کہ اس میں اسلام کو تمام دیگر ادیان پر ہر شعبہ میں غلبہ عطا ہوگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

ہُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ۝ سورۃ الصف 10:61 یعنی وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اسے دین کے ہر شعبہ پر کلیتاً غالب کر دے خواہ مشرک برا منائیں۔

جب مشرک برا منائیں گے تو لازمی بات ہے کہ وہ ظلم بھی کریں گے۔ اور جب ظلم کریں گے تو پھر اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مثیل بننے کی بھی توفیق عطا فرمائے گا جو آگے بڑھ کر ان ظالموں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں، دکھوں اور پریشانیوں کا مداوا کرے گا۔ حق وباطل کے اس آخری معرکہ کا دائرہ بہت وسیع ہے اور یہ پھیلا و بالآخر ان شاء اللہ اہلِ حق کے لئے کامیابیوں اور خوشیوں کا پیغام لے کر آئے گا۔ اہلِ باطل کے لئے یقیناً ناکامی و نامرادی کا باعث ہوگا۔ اگرچہ دشمن اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر اور اپنی کاروائیوں کو تیز سے تیز تر کر کے مومنوں کی جماعت کو اپنے زعم میں نقصان پہنچانے کی بھرپور کوشش کرے گا۔

الٰہی جماعتوں کا یہ بھی شیوا ہوتا ہے کہ مشکل اور ابتلا کے حالات میں اس کے افراد اپنے ایمان اور یقین پر مستحکم رہتے ہوئے ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کی توفیق پاتے ہیں، اپنے مال ومتاع بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جہاں ضرورت ہو اپنی جان کے نذرانے بھی راہِ مولیٰ میں پیش کرتے ہیں۔ حق وباطل کے اس آخری معرکہ میں شیطان اور اس کے چیلوں نے چونکہ اسلام کو مٹانے کے لئے اپنی ہر کوشش کو بروئے کار لانا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اس سچے دین کو تمام ادیان پر غلبہ عطا فرمانا تھا، اس لئے اس زمانہ میں اہلِ حق کی طرف سے قربانیوں کی ضرورت بھی زیادہ پیش آنی تھی، جن میں جان کی قربانیوں کی بھی ضرورت ہونی تھی اور جان کی قربانی سب سے زیادہ مشکل کام ہوتا ہے اور یہ قربانی مضبوطی ایمان و یقین کے بغیر نہیں دی جا سکتی۔

انہیں قربانیوں کے تناظر میں جن کا آغاز اسلام کی نشاۃ اولیٰ سے ہوا اور جن کی یاد کو آج تک اہلِ حق ووفا نے کسی لمحہ بھی اپنے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا، خاکسار اس مختصر سے نوٹ میں اسلام کی نشاۃ ثانی کے اس دور میں ہونے والے مظلوم اور معصوم شہیدوں کے اعزاز اور احترام میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی جانے والی بابرکت تحریک'' سیدنا بلال فنڈ'' کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

اسلام کی نشاۃ اولیٰ میں فتح مکہ کے موقعہ پر جس طرح آنحضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کا جھنڈا کھڑا کر کے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بہت بڑا اعزاز عطا فرمایا تھا اسی سنت کے تابع اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں قدرتِ ثانیہ کے چوتھے مظہر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس دور میں اسلام کی بقا کے لئے اپنی جانوں کے نذرانہ پیش کرنے والوں کے لواحقین کی دیکھ بھال اور ان کی پرورش کے لئے'' سیدنا بلال فنڈ'' کے نام سے مالی تحریک کا اجرا فرما کر حضور ﷺ کے اس جاں نثار صحابیؓ کے لئے قیامت تک کے لئے ایک اعزاز کو جاری فرمایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اس قربانی کی اہمیت اور فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' جماعتوں کی زندگی کی ضمانت اس بات میں ہے، الٰہی جماعتوں کی زندگی کی ضمانت کہ ان کے قربانی کرنے والوں کو اپنے پسماندگان کے متعلق کوئی فکر نہ رہے اور اتنی واضح، اتنی کھلی کھلی یہ حقیقت ہر ایک کے پیش نظر رہے کہ ہم بطور جماعت کے زندہ ہیں اور بطور جماعت کے ہمارے سب دکھ اجتماعی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر یہ یقین پیدا ہو جائے کسی جماعت میں تو اس کی قربانی کا معیار عام دنیا کی جماعتوں سے سینکڑوں گنا زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ باہر تو پوچھتا ہی کوئی نہیں۔ بڑے بڑے سیاسی لیڈر ہم نے دیکھے ہیں جو تحریکیں چلا کر ہزار ہا کو مروا دیتے ہیں اور اس کے بعد خود عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے ہوتے ہیں۔ کوئی پتہ نہیں کرتا کہ ان یتیموں کا کیا بنا، ان بیوگان کا کیا بنا، ان کے بچوں کی اخلاقی نگرانی

کرنے والا بھی کوئی تھا کہ نہیں، ان کے سر پر چھت بھی تھی کہ نہیں، دو وقت کا کھانا بھی میسر تھا کہ نہیں اور عوام بے چارے اپنی سادگی میں پھر ہر دفعہ ایسی قربانیاں پیش کرتے ہیں۔ لیکن جس جماعت میں قربانی کا معیار خدا کے فضل اور اس کے رحم کے نتیجہ میں اس وجہ سے بلند ہو کہ وہ خدا کی خاطر قربانی کرتے ہیں اور ساتھ یہ بھی یقین کامل ہو کہ ہمارے بعد ہماری اولاد کی ساری جماعت نگران رہے گی بلکہ پہلے سے بڑھ کر ان کی ضروریات کا خیال رکھا جائے گا۔ تو ایسی جماعت کی قربانی کا معیار آسمان سے باتیں کرنے لگتا ہے۔

اس لئے اگر چہ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے ان تمام باتوں کو اچھی طرح سمجھتی ہے اور اپنی ذمہ داریاں نبھائے گی۔ لیکن بعض دوستوں کی طرف سے یہ اصرار ہوتا رہا کہ شہداء کے لئے ایک مستقل فنڈ اکٹھا ہونا چاہئے۔ پہلے تو میری طبیعت میں یہ تردد رہا اس خیال سے کہ یہ تو ان کے حقوق ہیں اور جماعت کی جو بھی آمد ہے اس میں یہ اولین حق ان لوگوں کا شامل ہے۔ اس لئے الگ تحریک کرنے سے کہیں یہ جذباتی تکلیف نہ ان کو پہنچے کہ ہمارا بوجھ جماعت اٹھا نہیں سکتی اس طرح ہمارے لئے جیسے صدقہ کی تحریک کی جاتی ہے۔ اس طرح الگ تحریک کی جا رہی ہے۔ اس لئے کافی دیر تردد رہا اور دعا بھی کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ صحیح فیصلہ کی توفیق عطا فرمائے۔ لیکن اب مجھے پوری طرح اس بات پر شرح صدر ہو گیا ہے کہ چونکہ یہ ہرگز صدقہ کی تحریک نہیں بلکہ جو شخص اس میں حصہ لے گا وہ اعزاز سمجھے گا اس بات کو کہ مجھے جتنی خدمت کرنی چاہئے تھی اتنی نہیں تو ایک بہت ہی معمولی خدمت کی توفیق مل رہی ہے اور اس لئے کہ بہت سے لوگوں کی طرف سے بے اختیار بار بار اظہار ہو رہا ہے کہ ہم بے چین ہیں ہمیں موقع دیا جائے ہم کسی رنگ میں خدمت کرنا چاہتے ہیں اور چونکہ جماعت کی ایسی تربیت ہے کہ انفرادی طور پر ایسے لوگوں کو ایسے خاندانوں سے تعلق رکھ کر کچھ رقمیں دینے کو مناسب نہیں سمجھا جاتا۔ اس میں کئی قسم کی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں اور ہم یہ پسند نہیں کرتے کہ ذاتی طور پر یہ لوگ کسی کے احسان کے نیچے آئیں۔ اس لئے جن کی تمنا ہے جو اس بات کے لئے تڑپ رہے ہیں کہ ہمیں بھی موقع ملنا چاہئے ان کے لئے پھر یہی رستہ باقی رہ جاتا ہے کہ نظام جماعت ان کو موقع دے اور وہ جماعت میں اپنی توفیق اور اپنی خواہش، اپنی تمنا کے مطابق کچھ نہ کچھ پیش کریں۔''

(خطباتِ طاہرؒ۔ جلد پنجم، صفحہ 220 تا 222)

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں:

''میں جماعت کو یہ بھی تسلی دلانا چاہتا ہوں کہ اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں کوئی خدا کی راہ میں مارے جانے والا ہرگز یہ وہم لے کر یہاں سے رخصت نہیں ہوتا کہ میرے بچوں کا، میری بیوی کا کیا بنے گا۔ جماعت احمدیہ میں ایسے لوگوں کے بچے یتیم نہیں ہوا کرتے۔ یہ ایک زندہ جماعت ہے اور یہ ناممکن ہے کہ یہ جماعت اپنے قربانی کرنے والوں کے اہل وعیال کو اور ان کے حقوق کو بھول جائے۔''

(خطباتِ طاہرؒ۔ جلد پنجم، صفحہ 220)

جان کی قربانی دینے والوں کے پسماندگان کا خیال رکھنے سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ ایک تو خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے اس کی رضا اور خوشنودی ملتی ہے، دوسرا یتیموں پر خرچ کرنے اور ان کا خیال رکھنے سے الگ ثواب ملتا ہے، تیسرا افراد جماعت کے یقین اور ایمان میں اضافہ ہوتا ہے جو جماعتی ترقی اور استحکام کے لئے بہت ضروری ہے اور چوتھا اسلام احمدیت کے پھیلاؤ میں جتنا حصہ ان شہیدوں کے خون نے ڈالا ہے ان کے پسماندگان کا خیال رکھ کر کسی حد تک اس حصہ میں شمولیت ہو جاتی ہے۔ پس تاریخ جس طرح ان شہیدوں کو یاد رکھے گی جن کی قربانیوں نے، جن کے خون نے اسلامی فتوحات کی آبیاری کی اسی طرح تاریخ کے اوراق اس بات کو بھی محفوظ رکھیں گے کہ شہیدوں کے پسماندگان کا خیال رکھنے والوں نے اس فتح میں ایک گنا حصہ ڈالا ہے۔ ساڑھے چودہ سو سال قبل حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیہ کے مظالم سے بچا کر، انہیں غلامی کی زندگی سے نجات دلا کر ایک آزاد اور باعزت شہری تک کے جس سفر کا آغاز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع کیا تھا اور جس کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کام اور نام آج تک زندہ ہے اور قیامت تک اسی طرح زندہ اور یاد رکھا جائے گا۔ جب بھی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان کی آواز مکہ اور مدینہ کی وادیوں میں گونجتی ہوگی تو یقیناً اس کا ثواب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی پہنچتا ہوگا۔ اسی طرح آج جب کہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا جھنڈا پوری دنیا میں لہرا رہا ہے اور اس میں یقیناً ان شہداء کا بھی حصہ ہے جنہوں نے اس کامیابی کو اپنے خون سے سینچا ہے۔ تو ان شہداء کے ساتھ ساتھ اسی طرح ان افراد جماعت کا بھی حصہ ہے جو ان شہداء کے پسماندگان کو سنبھال کر افراد جماعت کے یقین و ایمان میں اضافہ کا باعث ہوئے ہیں، جس سے جماعتی ترقی کا سفر بڑی تیزی سے جاری وساری ہے۔

پھر اس بابرکت تحریک میں حصہ لینے والے ان شہدا کے پسماندگان کو اس قرآنی حکم کی ایک طرح سے عملی تصویر بھی پیش کرنے کی توفیق پاتے ہیں، جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے والوں کے متعلق نصیحت فرمائی ہے کہ

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ o (سورۃ البقرہ 2:155) یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کے متعلق (یہ) مت کہو کہ وہ مردہ ہیں (وہ مردہ) نہیں بلکہ زندہ ہیں مگر تم نہیں سمجھتے۔ گویا اس آیت میں ہمیں یہ بات بھی سمجھائی گئی کہ ان شہداء کے پسماندگان کی تمام تر ضروریات کا اسی طرح خیال رکھنا تمہارا فرض ہے جیسا کہ وہ شہداء اپنی زندگی میں اپنے ان پیاروں کی ضروریات کا خیال رکھا کرتے تھے۔

اسی لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بابرکت تحریک کے بارہ میں نہایت وضاحت سے احباب جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

''پوری طرح شرح صدر اور محبت کے جذبہ سے جو دینا چاہتا ہے وہ دے گا۔ ادنیٰ سا بھی تردد یا بوجھ ہو تو ہرگز نہ دے۔ ... یہ ایک خاص نوعیت کی تحریک ہے۔ اس میں بشاشت طبع ہی ضروری نہیں بلکہ طبیعت کا دباؤ ضروری ہے، دل سے بے قرار تمنا اٹھ رہی ہو، ایک خواہش پیدا ہو رہی ہو کہ میں اس میں شامل ہوں۔ پھر خواہ کسی کو آنہ دینے کی بھی توفیق ہو وہ بھی بہت عظیم دولت ہے، وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی سعادت ہوگی۔''

(خطباتِ طاہرؒ۔ جلد پنجم، صفحہ 222)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس تحریک کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''شہداء کے لئے فنڈ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافتِ رابعہ سے قائم ہے جو ''سیدنا بلال فنڈ'' کے نام سے ہے۔ ... اس فنڈ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے شہداء کی فیملیوں کا خیال رکھا جاتا ہے، جن جن کو ضرورت ہو ان کی ضروریات پوری کی جاتی ہیں اور اگر اس فنڈ میں کوئی گنجائش نہ بھی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ ان کا حق ہے اور جماعت کا فرض ہے کہ ان کا خیال رکھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ ہم ان کا خیال رکھتے رہیں گے۔ تو بہرحال ''سیدنا بلال فنڈ'' قائم ہے جو لوگ شہداء کی فیملیوں کے لئے کچھ دینا چاہتے ہوں اس میں دے سکتے ہیں۔''

(روزنامہ الفضل ربوہ 20 جولائی 2010ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی اس بابرکت تحریک کی طرف خاص توجہ ہے۔

(باقی صفحہ 33)

چندہ کے مطالب اور اِس کی فرضیت واہمیت

میں چونکہ غریب ہوں، چندہ تو دے نہیں سکتا اس لئے (قادیان) جا رہا ہوں کہ مہمان خانے کی چارپائیاں بُن آؤں تا کہ میرے سر سے چندہ اتر جائے۔

(رجسٹر روایاتِ صحابہؓ)

مکرم مولانا جاوید اقبال ناصر صاحب مربی سلسلہ جرمنی

دیکھو دنیا میں کوئی سلسلہ بغیر چندہ کے نہیں چلتا

چندہ کا لفظ ہماری جماعت میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے یہ فارسی زبان سے لیا گیا ہے۔اس کے کئی معنی بیان کئے جاتے ہیں جن میں سے چند ایک یوں ہیں:

وہ روپیہ جو مختلف لوگوں سے لے کر کسی کام کے واسطے جمع کیا جائے، امداد، عطیہ، خیرات، بخشش، نذر، کسی اخبار یا رسالے کی سالانہ یا ماہانہ فیس، وہ رقم جو کسی انجمن کو اس کے ممبران کی طرف سے مقررہ اوقات پر دی جائے، وہ روپیہ جو مختلف آدمیوں سے لے کر کسی کام کے واسطے جمع کیا جائے۔ انگریزی میں Donation، Charity یا Contribution اس کا مطلب ہے۔اس کی جمع چندوں یا چندے ہے۔محصول وغیرہ کے لئے بھی یہی لفظ بولا جاتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے خلفائے کرام نے چندہ کی برکات و افضال کو اپنے خطبات اور تحریرات میں اکثر بیان کیا تا کہ ہم اپنے فرائض کو نہ بھولیں۔اس کی فرضیت واہمیت سمجھ کر چندے کی ادائیگی بجا لا کر خدا تعالیٰ کو راضی کرتے ہوئے اس کی جنت کے وارث بن سکیں۔یہ نصائح ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ان بے شمار خزائن میں سے معدودے چند درج ذیل سطور میں پیش خدمت ہیں:

کوئی سلسلہ بغیر چندہ کے نہیں چلتا سب رسولوں کے وقت چندے جمع کئے گئے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’قوم کو چاہئے کہ ہر طرح سے اس سلسلہ کی خدمت بجا لاوے۔ مالی طرح پر بھی خدمت کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں چاہئے۔دیکھو دنیا میں کوئی سلسلہ بغیر چندہ کے نہیں چلتا۔رسول کریم ﷺ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ سب رسولوں کے وقت چندے جمع کئے گئے۔پس ہماری جماعت کے لوگوں کو بھی اس امر کا خیال ضروری ہے۔اگر یہ لوگ التزام سے ایک ایک پیسہ بھی سال بھر میں دیویں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ہاں اگر کوئی ایک پیسہ بھی نہیں دیتا تو اسے جماعت میں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔‘‘

(ملفوظات۔جلد سوم،ایڈیشن،صفحہ 358)

چندہ کی ادائیگی ہر ماہ ہو اور اس کی ادائیگی میں تخلف یا سہل انگاری کو روا نہ رکھا جائے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں:

’’سو اے اسلام کے ذی مقدرت لوگو! دیکھو میں یہ پیغام آپ لوگوں تک پہنچا دیتا ہوں کہ آپ لوگوں کو اس اصلاحی کارخانے کی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نکلا ہے اپنے سارے دل اور ساری توجہ اور سارے اخلاص سے مدد کرنی چاہئے۔اور اس کے سارے پہلوؤں کو بنظر عزت دیکھ کر بہت جلد حقِ خدمت ادا کرنا چاہئے۔جو شخص اپنی حیثیت کے موافق کچھ ماہواری دینا چاہتا ہے وہ اس کو حقِ واجب اور دینِ لازم کی طرح سمجھ کر خود بخود ماہوار اپنی فکر سے ادا کرے اور اس فریضے کو خالصتاً للہ نذر مقرر کر کے اس کے ادا میں تخلف یا سہل انگاری کو روا نہ رکھے۔اور جو شخص یکمشت امداد کے طور پر دینا چاہتا ہے وہ اسی طرح ادا کرے۔لیکن یاد رہے کہ اصل مدعا جس پر اس سلسلے کے بلا انقطاع چلنے کی امید ہے۔وہ یہی انتظام ہے۔کہ سچے خیرخواہ دین کے اپنی بضاعت اور اپنی بساط کے لحاظ سے ایسی سہل رقم میں ماہواری کے طور پر ادا کرنا اپنے نفس پر ایک حتمی وعدہ ٹھہرا لیں جن کو بشرط نہ پیش آنے کسی اتفاقی مانع کے بآسانی ادا کر سکیں۔ ہاں جس کو اللہ جلشانہ توفیق اور انشراح صدر بخشے وہ علاوہ اس ماہواری چندے کے اپنی وسعت، ہمت اور اندازہ مقدرت کے موافق یکمشت کے طور پر بھی مدد کر سکتا ہے۔‘‘

(فتح اسلام۔روحانی خزائن،جلد3،صفحہ 33-34)

چندہ دینے سے ایمانی طاقت حاصل ہوگی۔اور وہ دوسری نیکیوں میں بھی حصہ لینے لگ جائے گا

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارہ میں لکھتے ہیں:

’’میں نے اپنی جماعت کے لوگوں کو بار بار کہا ہے کہ جو شخص دینی لحاظ سے کمزور ہو وہ اگر اور نیکیوں میں حصہ نہ لے سکے اس سے چندہ ضرور لیا جائے کیونکہ جب وہ مال خرچ کرے گا تو اس سے اس کو ایمانی طاقت حاصل ہوگی اور اس کی جرات اور دلیری بڑھے گی اور وہ دوسری نیکیوں میں بھی حصہ لینے لگ جائے گا۔‘‘

(تفسیر کبیر۔جلد دوم،صفحہ 612)

اخراجات کم کریں اور اپنے معیار قربانی کو بڑھائیں لیکن بعض لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اخراجات کم کرنے اور اپنے معیار قربانی کو بڑھانے کے بارہ میں خطبہ جمعہ مورخہ 28 مئی 2004ء میں فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں ہزاروں کی تعداد میں ایسے ہیں جو خرچ کرنے والے سخی کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ اپنے اخراجات کم کریں اور اپنے معیار قربانی کو بڑھائیں اور عموماً کم آمدنی والے لوگ قربانی کے یہ معیار حاصل کرنے کی زیادہ کوشش کرتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ بعض لوگ اندازے سے بجٹ لکھوا دیتے ہیں خاص طور پر ہماری جماعت میں زمیندار طبقہ ہے۔...

ان کی فصلیں بھی اچھی نہیں ہوتیں لیکن ایسے مخلصین بھی ہیں کیونکہ بجٹ لکھوا دیا ہوتا ہے اس لئے قرض لے کر بھی اس کی ادائیگی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اور جب ان کو کہا جائے کہ رعایت شرح لے لو کیونکہ اگر آمد نہیں ہوتی تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے تو کہتے ہیں کہ اگر قرض لے کر ہم اپنی ذات پہ خرچ کر سکتے ہیں تو قرض لے کر اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کیوں نہیں کر سکتے۔اور ان کا یہی نقطہ نظر ہوتا ہے کہ شاید اس وجہ سے اللہ تعالیٰ

ہماری آئندہ فصلوں میں برکت ڈال دے۔لیکن بعض لوگ اس بات کونہیں سمجھتے۔''
(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔11 جون 2004ء،صفحہ 5)

موصیان کواپنا حساب صاف رکھنے کی نصیحت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ موصیان کونصائح کرتے ہوئے خطبہ جمعہ مورخہ 28مئی 2004ء میں فرماتے ہیں:

''موصی صاحبان کے لئے میں یہاں کہتا ہوں،ان کوتو خاص طور پراس بارہ میں بڑی احتیاط کرنی چاہئے۔اس انتظار میں نہ بیٹھے رہیں کہ دفتر ہمارا حساب بھیجے گا یا شعبہ مال یاد کروائے گا تو پھر ہم نے چندہ ادا کرنا ہے۔کیونکہ پھر یہ بڑھتے بڑھتے اس قدر ہو جاتا ہے کہ پھر دینے میں مشکل پیش آتی ہے۔چندے کی ادائیگی میں مشکل پیش آتی ہے۔پھراتنی طاقت ہی نہیں رہتی کہ یکمشت چندہ ادا کر سکیں۔اور پھر یہ لکھتے ہیں کہ کچھ رعایت کی جائے اور رعایت کی قسطیں بھی اگر مقرر کی جائیں تو وہ چھ ماہ سے زیادہ کی تو نہیں ہو سکتیں۔اس طرح خاص طور پرموصیان کی وصیت پرزد پڑتی ہےتو پھرظاہر ہےان کوتکلیف بھی ہوتی ہےاور پھراس تکلیف کا اظہار بھی کرتے ہیں۔تو اس لئے پہلے ہی چاہئے کہ سوچ سمجھ کر اپنے حسابات صاف رکھیں اور اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔''
(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔11 جون 2004ء،صفحہ 5۔ 6)

عہدیداران،صدر جماعت اورسیکرٹریانِ مال کو ایک قیمتی نصیحت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ عہدیداران کو نصیحت کرتے ہوئے خطبہ جمعہ مورخہ 28مئی 2004ء میں فرماتے ہیں:

''جو جماعتی عہدیداران ہیں،صدر جماعت یاسیکرٹریان مال، ان کوبھی یہ کہتا ہوں کہ ہرفرد جماعت کی کوئی بھی بات ہرعہدیدار کے پاس ایک راز ہےاور امانت ہے اس لئے اس کو باہر نکال کرامانت میں خیانت نہیں کرنی چاہئے،یا مجلسوں میں بلاوجہ ذکر کرکے امانت میں خیانت نہیں کرنی چاہئے۔رعایت یا معافی چندہ کوئی شخص لیتا ہےتو یہ باتیں صرف متعلقہ عہدیداران تک ہی محدود رہنی چاہئیں۔یہ نہیں ہے کہ پھراس غریب کوجتاتے پھریں کہ تم نے رعایت لی ہوئی ہےاس لئے اس کوحقیر سمجھا جائے۔بہرحال ہرایک کی اپنی مجبوریاں ہوتی ہیں۔اول تو اکثر میں نے دیکھا ہے کہ جولوگ رعایت لیتے ہیں ان میں سے اکثریت کو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ جتنی جلد ہو سکے اپنی رعایت کی اجازت کوختم کروادیں اور چندہ پوری شرح سے ادا کریں اورکوشش یہ ہوتی ہے کہ جلد ہی دوبارہ اس نظام میں شامل ہو جائیں جہاں پوری شرح پہ چندہ دیا جا سکے۔ایسے لوگ بہت سارے ہیں اور جونہیں ہیں ان کواس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ہر ایک شخص کا خود بھی فرض بنتا ہے کہ اپنا جائزہ لیتا رہے تاکہ جب بھی توفیق ہو اور کچھ حالات بہتر ہوں جتنی جلدی ہو سکے شرح کے مطابق چندہ دینے کی کوشش کی جائے۔''
(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔11 جون 2004ء،صفحہ 6)

اگرنیت نیک ہواوراس کی راہ میں خرچ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوتواللہ تعالیٰ برکت ڈالتا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ خطبہ جمعہ مورخہ 28مئی 2004ء میں فرماتے ہیں:

''کسی کام کو بھی عار نہیں سمجھنا چاہئے۔اگر اس نیت سے یہ کام شروع کریں گے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ چندے دینے ہیں پھر چندے پورے کرنے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ ان چھوٹے کاروباروں میں بھی بے انتہا برکت ڈالتا ہے۔میں نے کئی لوگوں کو دیکھا ہے،بالکل معمولی کاروبار شروع کیا،وسیع ہوتا گیا اور دکانوں کے مالک ہوگئے چھابڑی لگاتے لگاتے۔تو یہ اللہ تعالیٰ کے فضل ہیں جو ہوتے ہیں اگر نیت نیک ہو اور اس کی راہ میں خرچ کرنے کے ارادے سے ہوں۔تو پھر وہ برکت بھی بے انتہا ڈالتا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے۔حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صدقہ کرنے کا ارشاد فرماتے (بعض دفعہ کوئی تحریک ہوتی) تو ہم میں سے کوئی بازار کو جاتا اور وہاں محنت مزدوری کرتا اور اسے اجرت کے طور پر ایک مد،تھوڑا سا،اناج ملتا مزدوری کا،تو کہتے ہیں وہی صدقہ کر دیا کرتے تھے۔اور کہتے ہیں اب ہم میں سے وہ لوگ جو اس طرح محنت مزدوری کرتے تھے اور چھوٹے چھوٹے کام کرتے تھے ان میں سے تقریباً تمام کا یہ حال ہے کہ بعضوں کے پاس ایک ایک لاکھ درہم یا دینار تک ہیں۔
(صحیح بخاری۔کتاب الاجار۔باب من اجر نفسہ لیحمل علی ظہرہ ثم صدق بہ)

تو یہ صرف پرانے قصے نہیں ہیں کہ اس زمانے میں ان صحابہؓ پر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا اب نہیں ہو رہا بلکہ اب بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں، جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے آج بھی ایسے لوگ ہیں جو اپنی نیک نیتی کی وجہ سے اور محنت کی وجہ سے لاکھوں میں کھیل رہے ہیں۔''
(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔11 جون 2004ء،صفحہ 6)

چندے کی موجودہ شرح خلافت ثانیہ کے دور میں مقرر ہوئی

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ چندے کی شرح کے بارہ میں خطبہ جمعہ مورخہ 28مئی 2004ء میں فرماتے ہیں:

''ماہوار چندے کی شرح خلافت ثانیہ میں مقرر ہوئی جب باقاعدہ ایک نظام قائم ہوا اور چندہ عام کی شرح 1/16 اس وقت سے قائم ہے۔لیکن حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ارشاد سے استنباط کرکے یہ شرح مقرر کی تھی۔تو بہرحال جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ماہوار چندے کے علاوہ اپنی وسعت کے لحاظ سے اکٹھی رقم بھی تم دے سکتے ہو اور اس کے لئے جماعت میں مختلف تحریکات ہوتی رہتی ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے لوگ اس میں حصہ لیتے ہیں۔لیکن جیسا کہ میں نے بتایا،پہلے بھی کہا ہے کہ اس نیت سے اور اس ارادے سے ہر ادائیگی،ہر چندہ اور ہر وعدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا ہے نہ کہ کسی بناوٹ کی وجہ سے۔اور ہمیشہ جب بھی خرچ کریں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔''
(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔11 جون 2004ء،صفحہ 8)

بخل اورایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بخل اور ایمان کے بارہ میں فرماتے ہیں:

''میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان ایک ہی دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے وہ اپنا مال صرف اس مال کو نہیں سمجھتا کہ اس کے صندوق میں بند ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے اور امساک اس سے طرح دُور ہو جاتا ہے۔جیسا کہ روشنی سے تاریکی دور ہو جاتی ہے۔''
(مجموعہ اشتہارات۔جلد3،ایڈیشن 1989،صفحہ 498)

چندہ تو دے نہیں سکتا چار پائیاں بُن آؤں تاکہ میرے سر سے چندہ اتر جائے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ خطبہ جمعہ مورخہ 6

جنوری 2012ء میں فرماتے ہیں:

’’حضرت قاضی قمر الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سائیں دیوان شاہ صاحب کے بارہ میں واقعات بیان کر رہے ہیں اس کے بعد لکھتے ہیں کہ: ’’میں بھی سائیں صاحب سے کبھی دریافت کیا کرتا کہ آپ کو قادیان شریف جانا کوئی خاص کام کی وجہ سے ہے؟ ’’ کیونکہ جہاں ان کا گاؤں تھا، سائیں صاحب وہاں سے گزر کر جایا کرتے تھے اور رات بسر کیا کرتے تھے۔ سائیں دیوان شاہ نارووال کے رہنے والے تھے اور وہاں سے گزرتے ہوئے جاتے تھے۔ پیدل سفر کیا کرتے تھے۔ یہ، نارووال سے چلتے تھے اور قادیان آتے تھے جو کئی میل کا فاصلہ ہے۔ اگر بیچ میں سے بھی جائیں تو شاید کم از کم سو میل ہو۔ تو کہتے ہیں کہ: ’’ قادیان شریف جانا کوئی خاص کام کی وجہ سے ہے یا شوقِ ملاقات سے جا رہے ہیں؟ ’’ تو کہتے ہیں سائیں دیوان شاہ فرمایا کرتے تھے کہ؛ ’’میں چونکہ غریب ہوں، چندہ تو دے نہیں سکتا اس لئے جا رہا ہوں کہ مہمان خانے کی چارپائیاں بُن آؤں تا کہ میرے سر سے چندہ اتر جائے۔ ’’ تو اس کی جگہ میں لنگر خانے کی جو چارپائیاں ہیں ان کی بُنائی کر کے مزدوری کا یہ کام کر آؤں۔ ’’

(ماخوذ از رجسٹر روایاتِ صحابہ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 2 صفحہ نمبر 96 روایت حضرت قاضی قمرالدین صاحبؓ)

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 27 جنوری 2012ء، صفحہ 6)

خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک نابینا عورت کو جگا کر چندہ ادا کرنے کی تلقین فرمائی

خطبہ جمعہ مورخہ 9 نومبر 2018ء میں ایک نابینا عورت کا واقعہ آپ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

’’مالی سے سیگو ریجن کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک دن ایک نابینا عورت نے کچھ چندہ بھجوایا اور ساتھ ہی پیغام بھجوایا کہ وہ آئندہ سے ہر ماہ اپنا چندہ مشن ہاؤس بھجوایا کرے گی۔ اس سے وجہ پوچھی تو کہنے لگی، بعض لوگوں سے اللہ تعالیٰ خود بھی ان کو توجہ دلا کے قربانی کرواتا ہے تا کہ مزید نوازے۔ کہتی ہیں کہ میں نے دو دن پہلے خواب میں دیکھا کہ میں سو رہی ہوں، اور خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے جگا کر چندہ ادا کرنے کی تلقین فرمائی۔ چنانچہ میں خواب میں اٹھ کر مشن ہاؤس گئی اور وہاں پانچ ہزار سیفا ادا کیا اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔‘‘

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 23 نومبر 2018ء، صفحہ 7)

پھل فروخت کر کے چندہ ادا کیا جس کی برکت سے درخت کئی گنا زیادہ پھل دینے لگا

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے خطبہ جمعہ مورخہ 9 نومبر 2018ء میں درج ذیل واقعہ بیان فرمایا:

’’غریبوں کی قربانیاں کیسی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حیرت انگیز سلوک کیا ہے اس بارہ میں برونڈی کے معلم صاحب لکھتے ہیں کہ گزشتہ سال ہم نے ایک نئی جماعت گھانگا کا دورہ کیا اور وہاں ایک نئے نومبائع دوست مسعودی صاحب کو چندے کی اہمیت کے متعلق بتایا اور انہیں چندے کی تحریک کی۔ مسعودی صاحب کہنے لگے کہ میرے پاس اس وقت تو کچھ نہیں ہے لیکن ہمارے گھر میں ایک پھل دار درخت ہے۔ میں اس درخت کا پھل فروخت کر کے چندہ ادا کر دوں گا۔ وہ قربانیاں جو پرانے زمانے میں نظر آتی تھیں اب بھی ان کے نمونے ملتے ہیں۔ کہتے ہیں چنانچہ انہوں نے ایک دو روز کے اندر ہی اس کا پھل ایک ہزار برونڈی فرانک میں فروخت کیا اور ساری رقم چندے میں ادا کر دی۔ بعد میں انہوں نے بتایا کہ میں نے جو پھل فروخت کر کے چندہ ادا کیا تھا اس کی وجہ سے بہت زیادہ برکت پڑی ہے اور اب اس درخت کو پہلے کی نسبت کئی گنا زیادہ پھل لگا ہے جو چالیس سے پینتالیس ہزار برونڈی فرانک میں فروخت ہوا ہے۔‘‘

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 23 نومبر 2018ء، صفحہ 8)

بچے یہ چیز دیکھ کر حیران رہ گئے کہ چندہ علیحدہ کیا ہے لیکن اس کے باوجود اناج اتنے کا اتنا ہی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطبہ جمعہ مورخہ 5 جنوری 2018ء میں ایک کسان کے ایمان افروز واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ کس طرح نوجوانوں اور بچوں کے ایمانوں میں بھی چندے کی برکت سے مضبوطی عطا فرماتا ہے اس کی ایک مثال دیتا ہوں برکینا فاسو کے ملک میں بنفورہ ریجن کی ایک جماعت ہے۔ وہاں کے ایک ممبر اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں نے ایک سفر پر جانا تھا۔...

تو میں نے جانے سے پہلے اپنے بچوں سے کہا کہ فصل جب مکمل ہو جائے تو اس میں سے دسواں حصہ نکال کر چندے میں دے دینا۔ یہ کہہ کر میں سفر پر چلا گیا۔ بعد میں بچے جو فصل تھی، اناج تھا تمام گھر لے آئے اور چندہ ادا نہیں کیا۔ کہتے ہیں جب میں واپس آیا اور میں نے دیکھا، پتا کیا تو پتا لگا کہ بچوں نے تو سارا اناج گھر میں رکھ لیا ہے۔ اس پر میں نے بچوں سے کہا کہ ابھی سارا اناج گھر سے باہر نکالو اور چندے کا حصہ علیحدہ کرو۔ چنانچہ جب بچوں نے وہ سارا اناج گھر سے نکالا اور چندے کا حصہ نکال کر اسی جگہ پہ وہ واپس رکھا تو کہتے ہیں اس میں کوئی بھی کمی نہیں تھی اور بچے یہ چیز دیکھ کر حیران رہ گئے کہ چندہ علیحدہ کیا ہے لیکن اس کے باوجود اناج اتنے کا اتنا ہی ہے۔ اس پر کہتے ہیں میں نے انہیں بتایا کہ یہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو دکھایا ہے کہ اس کی راہ میں خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ زیادہ ہو جاتا ہے۔‘‘

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 26 جنوری 2018ء، صفحہ 6)

تحریکات کی ادائیگیوں کا اثر لازمی چندہ جات پر نہیں ہونا چاہئے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز لازمی چندہ جات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے خطبہ جمعہ مورخہ 28 مئی 2004ء میں فرماتے ہیں:

’’جماعت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے قربانی کا معیار بہت اعلیٰ ہے، بہت سے ایسے ہیں جو بعض اوقات اپنے اوپر بوجھ بھی ڈال کے چندے ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزا دے۔ کیونکہ میں آج لازمی چندہ جات کی بات کر رہا ہوں اس لئے یہ واضح کر دوں کہ یہ جو چندہ جات ہیں ان تحریکات کی ادائیگیوں کا اثر آپ کے لازمی چندہ جات پر نہیں ہونا چاہئے۔ وہ اپنی جگہ ادا کریں اور یہ زائد تحریکات کے وعدوں کو اپنی جگہ ادا کریں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ بھی آپ پر ان شاء اللہ تعالیٰ بے انتہا فضل فرمائے گا۔ کسی قسم کا خوف نہیں ہونا چاہئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں، اس کے دین کی راہ میں خرچ کرنے والوں کے لئے کس قدر خوشخبری فرمائی ہے۔ ہر خوف خدا رکھنے والے کو اپنی عاقبت کی عموماً فکر ہوتی ہے کہ پتہ نہیں نہ جانے کیا سلوک ہو گا۔ تو آپؐ نے چندہ ادا کرنے والوں کو اس فکر سے آزاد کر دیا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن حساب کتاب ختم ہونے تک انفاق فی سبیل اللہ کرنے والے اللہ کی راہ میں خرچ کئے ہوئے اپنے مال کے سائے میں رہیں گے۔

(مسند احمد بن حنبل)

(باقی صفحہ 33)

سنت اور حدیث میں فرق

مکرم انصر رضا صاحب، واقفِ زندگی، ٹرانٹو

کچھ غیر احمدی علماء کے بقول سنت اور حدیث ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ ان کے اس قاعدہ کا تجزیہ کرنے کے لئے سب سے پہلے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ لغت، قرآن مجید اور احادیث کے مطابق سنت اور حدیث کے کیا معنی ہیں۔

لغات میں سنت کے معانی

لسان العرب اور تاج العروس میں لکھا ہے:

"والسنة: الطريقة لسنة الطريق المحمود المستقيم"

سنت کا مطلب راستہ، سنت سے مراد پسندیدہ اور سیدھا راستہ ہے۔

امام راغب المفردات میں لکھتے ہیں:

"سنۃ النبی سے مراد آنحضرت ﷺ کا وہ طریقہ ہے جسے آپؐ اختیار فرماتے تھے۔ اور سنۃ اللہ سے مراد حق تعالیٰ کی حکمت اور اطاعت کا طریقہ مراد ہوتا ہے۔"

قرآن مجید میں سنت کا معنی

قرآن مجید میں لفظ سنت 13 مرتبہ آیا ہے اور ہر جگہ اس کا مطلب راستہ یا طریقہ لیا گیا ہے۔ بطور مثال ایک آیت پیش کی جاتی ہے۔

سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ج وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۝ (سورۃ الاحزاب 63:33)

(یہ) اللہ کی سنت ان لوگوں کے متعلق بھی تھی جو پہلے گزر چکے ہیں اور تو ہرگز اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔

اس کی جمع سنن قرآن مجید میں دو مرتبہ آئی ہے۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ لا فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ ۝

(سورۃ آل عمران 138:3)

یقیناً تم سے پہلے کئی سنتیں گزر چکی ہیں۔ پس زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا تھا۔

یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُبَیِّنَ لَكُمْ وَ یَهْدِیَكُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ یَتُوْبَ عَلَیْكُمْ ط وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ ۝

(سورۃ النساء 27:4)

اللہ چاہتا ہے کہ وہ تم پر بات خوب روشن کردے اور ان لوگوں کے طریقوں کی طرف تمہاری راہنمائی کرے جو تم سے پہلے تھے اور تم پر توبہ قبول کرتے ہوئے جھکے اور اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) صاحبِ حکمت ہے۔

احادیث میں سنت کا معنی

احادیث میں بھی سنت کا مطلب طریقہ اور راستہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

فعليكم بِسنتي و سنةِ الخلفاءِ الراشِدين المهدِيين

(سنن ابن ماجه . كتاب السنة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين)

تم پر میری اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کی اتباع لازم ہے۔

لتتبِعن سنن من قبلكم شِبرا بِشِبر و ذِراعا بِذِراع حتى لو سلكوا جحر ضب لسلكتموه. قلنا: يا رسول اللهِ، اليهود و النصارى؟ قال: فمن؟

(صحیح بخاری۔ کتاب الاحادیث الانبیاء۔ باب ما ذکر عن بنی اسرائیل)

تم ضرور اپنے سے پہلی قوموں کی سنت پر چلو گے یہاں تک کہ وہ اگر گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے تھے تو تم بھی ضرور داخل ہوگے۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ یہود و نصاریٰ؟ آپؐ نے فرمایا: اور کون؟

اصوم وا فطر و اصلي و ارقد وا تزوج النساء، فمن رغب عن سنتي فليس مِني

(صحیح بخاری۔ کتاب النکاح، باب ترغیب فی النکاح۔ صحیح مسلم۔ کتاب النکاح، باب استحباب النکاح۔ سنن النسائی۔ کتاب النکاح)

میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

النِكاح مِن سنتِي فمن لم يعمل بِسنتِي فليس مِني

(سنن ابن ماجہ۔ کتاب النکاح۔ باب ماجاء فی فضل النکاح)

نکاح میری سنت ہے پس جس نے میری سنت پر عمل نہیں کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

من سن فِي الِسلامِ سنة حسنة فعمِل بِها بعده كتب له مِثل اجرِ من عمِل بِها ولا ينقص مِن اجورِهِم شي ومن سن فِي الاِسلامِ سنة سيئة فعمِل بِها بعده كتب عليهِ مِثل وِزرِ من عمِل بِها ولا ينقص مِن اوزارِهِم شي

(صحیح مسلم۔ کتاب العلم، باب من سن سن حسن او شیئۃ)

جس شخص نے اسلام میں کسی اچھے طریق کی بنیاد ڈالی پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو جو لوگ اس پر عمل کریں گے ان کے اجر کے مثل اس کے لیے بھی اجر لکھا جائے گا اور ان لوگوں کے اجر میں سے کچھ کم نہ ہوگا۔ اور جس شخص نے اسلام میں کسی برے طریقے کی بنیاد ڈالی اور اس پر اس کے بعد عمل کیا گیا تو عمل کرنے والوں کے بار گناہ کے مثل اس کے لیے بھی بار گناہ لکھا جائے گا۔ اور ان لوگوں کے بار گناہ سے کچھ کمی نہ ہوگی۔

ان رسول اللهِ ﷺ لما راد ن يبعث معاذا لِی اليمنِ قال كيف تقضِي اِذا عرض لك قضآء. قال اقضِي بِكِتابِ اللهِ قال فاِن لم تجِد فِي كِتابِ اللهِ قال فبِسنةِ رسولِ اللهِ ﷺ قال فاِن لم تجِد فِي سنةِ رسولِ اللهِ ﷺ قال اجتهِد رائِي ولا الو فضرب رسول اللهِ ﷺ صدره وقال الحمد لِلهِ الذِي وفق رسول رسولِ اللهِ ﷺ لِما يرضِي رسول اللهِ.

(سنن ابوداؤد۔ کتاب القضاء، باب اجتہاد الرائی فی القضاء)

جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن بھیجنے کا ارادہ کیا تو پوچھا کہ جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہوگا تو کیسے فیصلہ کروگے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی کتاب کے مطابق۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ اگر تم اللہ کی

کتاب میں نہ پاؤ تو پھر؟ انہوں نے کہا کہ پھر اللہ کے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ اگر سنت رسول اللہ ﷺ سے بھی نہ ملے تو؟ انہوں نے کہا کہ پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے ان کے سینہ پر تھپکی دی اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے رسول کو یہ توفیق بخشی جس سے اللہ کا رسول راضی ہو گیا۔

خطبہ حجۃ الوداع میں نبی اکرم ﷺ نے واضح طور پر فرمایا کہ وہ ہمارے لئے ہدایت کے صرف دو سرچشمے چھوڑ کر جا رہے ہیں:

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما: کتاب اللهِ و سنة نبیهِ

(موطا امام مالکؒ۔ کتاب القدر، باب النھی عن القول بالقدر)

میں تمہارے اندر دو باتیں چھوڑ کر جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں سے جڑے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے اور وہ ہیں۔ اللہ کی کتاب اور اس کے نبیؐ کی سنت۔

سنت کی لغات، قرآن اور احادیث سے معنی جاننے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ انہیں ذرائع میں لفظ حدیث کا کیا معنی بتایا گیا ہے۔

لغات میں حدیث کا معنی

لسان العرب اور تاج العروس میں لکھا ہے:

الحدیث: نقیض القدیم ... والحدیث: الخبر ... والجمع: احادیث

حدیث قدیم کا الٹ ہے۔ اور حدیث کا مطلب ہے خبر۔ اس کی جمع احادیث ہے۔

امام راغب اصفہانی المفردات میں لکھتے ہیں:

''ہر وہ بات جو انسان تک سماع یا وحی کے ذریعہ پہنچے اسے حدیث کہا جاتا ہے۔ عام طور پر اس سے کہ وہ وحی خواب میں ہو یا بحالت بیداری۔''

قرآن مجید میں حدیث کا معنی

فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَهُمۡ حَتّٰی یَخُوۡضُوۡا فِیۡ حَدِیۡثٍ غَیۡرِهٖۤ

(سورۃ النساء 141:4)

ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ اس کے سوا کسی اور بات میں مصروف ہو جائیں۔

وَ اِذۡ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعۡضِ اَزۡوَاجِهٖ حَدِیۡثًا

(سورۃ التحریم 4:66)

اور جب نبی نے اپنی بیویوں میں سے کسی سے بصیغہ راز ایک بات کہی۔

هَلۡ اَتٰکَ حَدِیۡثُ مُوۡسٰی ۝ (سورۃ النازعات 16:79)

کیا تیرے پاس موسیٰ کی خبر آئی ہے؟

حدیث میں حدیث کا معنی

آیة المنافقِ ثلاث: اِذا حدث کذب، و اِذا وعد اخلف، و اِذا اؤتمن خان۔

(صحیح بخاری۔ کتاب الایمان، باب علامة المنافق)

منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

لغات، قرآن مجید اور احادیث کے ان مذکورہ بالا حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ سنت اور حدیث ہم معنی الفاظ نہیں ہیں۔ غیر احمدی علماء یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن مجید، احادیث اور لغت کے مطابق سنت اور حدیث ہم معنی نہیں ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ ان کے اصطلاحی معنی و مفہوم کو یکساں قرار دیتے ہوئے سنت کو حدیث اور حدیث کو سنت کہنے اور سمجھنے پر اصرار کرتے ہیں اور اس کی دلیل کے طور پر فقہاء اور محدثین کے خود ساختہ اصول و اصطلاحات پیش کرتے ہیں۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی صاحب، صدر شعبہ فقہ اسلامی جامعہ دمشق، اپنی کتاب ''حدیث رسول کا تشریعی مقام'' میں، جس کا ترجمہ غلام احمد حریری صاحب، صدر شعبہ علوم اسلامیہ زرعی یونیورسٹی فیصل آباد، نے کیا ہے، ''سنت کا مفہوم و معنی اور تعریف'' کے عنوان اور ''لغوی مفہوم'' کے ذیلی عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''سنت لغت میں راستہ اور طریقہ کو کہتے ہیں، خواہ اچھا ہو یا برا۔'' اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث ہے ''من سنة حسنة فله اجرها و اجر من عمل بها الی یوم القیامة و من سنة سیئة فعلیه وزرها و وزر من عمل بها الی یوم القیامة'' جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور قیامت تک جو شخص اس پر عمل کرے گا اس کا بھی۔ اسی طرح جس نے برا طریقہ ایجاد کیا تو اس پر اس برائی کا گناہ ہو گا اور قیامت تک اس پر عمل کرنے والے کا۔ (صحیح مسلم)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر و ذراعا بذراع

(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تم ٹھیک پہلے لوگوں کے راستوں پر چلو گے۔ (صفحہ 79)

لیکن اگلے ہی پیراگراف میں اصطلاحی مفہوم کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

''محدثین کی اصطلاح میں نبی کریم ﷺ سے جو قول، فعل، تقریر، جسمانی یا اخلاقی صفت اور سیرت قبل یا بعد از بعثت منقول ہو اس کو سنت کہتے ہیں۔ اس تعریف کے لحاظ سے بعض محدثین کے نزدیک حدیث اور سنت دونوں ایک ہی چیز ہیں۔'' (صفحہ 79)

سوال یہ ہے کہ محدثین کو یہ اختیار کس نے دیا کہ وہ قرآن، حدیث اور لغت کے تمام اصولوں کے خلاف نئے اصول وضع کر کے حدیث اور سنت کو ایک ہی چیز قرار دیں؟

جعفر شاہ پھلواری صاحب اپنی کتاب ''مقام سنت'' میں لکھتے ہیں:

''ہم جہاں تک غور کر سکتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ واجب الاتباع حدیثیں نہیں بلکہ سنت ہے۔ حدیث اور سنت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔'' (صفحہ 79)

''معاملات میں پیروی حدیثوں کی نہیں ہوتی بلکہ سنت کی ہوتی ہے اور یقیناً سنت یہ نہیں کہ جو کچھ کسی کتاب میں لکھا ہوا دیکھو اسی پر عمل شروع کر دو اور سمجھو کہ یہ سنت کی پیروی ہو رہی ہے یا سمجھنے لگو کہ یہ حدیث بھی وحی ہے یا قاضی علی التنزیل ہے یا ناسخ تنزیل ہے۔'' (صفحہ 83)

پھر اس کے بعد ''سنت رسولؐ اور سنت خلفائے راشدین'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''یہ ہے دراصل وہ سنت جو واجب الاتباع ہے۔ حدیث یا روایات کی بعینہ اور بلفظہ پیروی سنت نہیں۔ آخری شق (یعنی نمبر 10) کو سمجھنے کے لئے یہ حدیث بھی پیش نظر رکھنی چاہئے کہ علیکم بِسنتی و سنتِ الخلفاءِ الراشدین یعنی تم لوگ میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرو۔ دیکھئے یہاں علیکم بِحدیثی و حدیثِ الخلفاءِ الراشدین نہیں فرمایا گیا۔ اس سے حدیث اور سنت کا فرق بخوبی واضح ہو جاتا ہے اور جو کچھ ہم اوپر کہہ آئے ہیں اس کی بھی اس سے تائید ہوتی ہے۔ اس حدیث سے ایک اور حقیقت بھی بے نقاب ہو جاتی ہے، اور وہ یہ کہ معاملات میں سنت بلاشبہ وحی کے اندر اور وحی کے مطابق تو ہوتی ہے لیکن خود وحی نہیں ہوتی۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ خلفائے راشدین بھی صاحبِ وحی تھے کیونکہ ان کی سنت بھی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔'' (صفحہ 83-84)

ڈاکٹر محمد لقمان السّلفی صاحب اپنی کتاب ''اسلام میں سنت کا مقام''میں، جس کا ترجمہ نورالاسلام مدنی صاحب، استاذ جامعہ امام ابن تیمیہ، بہار، ہند، نے کیا ہے، سنت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے جس فعل پر مداومت برتی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ نے اس کا حد درجہ اہتمام کیا ہے، لہٰذا وہ آپؐ کی سنت ٹھہری۔' (صفحہ 15)

''کوئی بھی شخص ابتدا میں کوئی کام انجام دیتا ہے اور بعد میں لوگ اس کو اختیار کرلیتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں شخص کی سنت (طریقہ) ہے۔ حدیث میں سنت اور اس کے مشتقات کا ذکر کئی مقام پر آیا ہے جو طریقہ اور سیرت کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔'' (صفحہ 16)

سید سلیمان ندوی صاحب کا حوالہ دیتے ہوئے ڈاکٹر محمد لقمان السّلفی صاحب لکھتے ہیں:

''سنت کا اطلاق اس طریقہ محمودہ اور راہِ عمل پر ہوتا ہے جسے محمد ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اختیار کیا تھا اور لغت میں سنت کا معنی طریقہ ہے سنت عمل رسول کی اس کیفیت کا نام ہے جو عمل متواتر کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے، یعنی سب سے پہلے اس پر رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا پھر آپؐ کے بعد آپؐ کے صحابہؓ نے، ان کے بعد تابعین نے اور آخر تک یہ سلسلہ جاری رہا، اس میں لفظی تواتر کی شرط نہیں ہوتی کیونکہ ہوسکتا ہے کوئی چیز عملاً متواتر ہو مگر لفظاً نہ ہو۔ چنانچہ جو عملاً متواتر ہے اس کو سنت کہا جائے گا۔ تحقیق معنی السنۃ از سید سلیمان ندوی۔ صفحہ 18۔'' (صفحہ 19)

مشہور دیوبندی عالم محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحب اپنی کتاب ''حدیث اور سنت میں فرق'' میں زیرِ عنوان ''سنت کسے کہتے ہیں؟'' لکھتے ہیں:

''آپ اپنے کاموں پر نظر دوڑائیں تو یقیناً آپ اپنے کاموں کو دو حصوں میں تقسیم کرلیتے ہیں: ایک وہ کام جو آپ عادتاً کرتے ہیں اور ایک وہ کام جو کبھی ضرورتاً کرتے ہیں۔ مثلاً ایک آدمی کی عادت ہے کہ روزانہ فجر کی نماز کے بعد ایک پارہ تلاوت کرتا ہے اس نے عادت بنالی۔ اسی طرح ایک آدمی ہے وہ روزانہ اذان سے پہلے سیر کو نکل جاتا ہے پھر آکر جماعت سے نماز پڑھ لیتا ہے انہوں نے ایک عادت بنالی ہے۔ ایک دن آپ نے دیکھا اس نے تلاوت نہیں کی، اٹھ کر چلا گیا ہے۔ اگلے دن آپ نے پوچھا کل آپ بیٹھے نہیں۔ وہ جواب دیتا ہے کہ ایک دوست بیمار تھا میں نے سوچا کالج جانے سے پہلے اس کی بیمار پرسی کرلوں۔ تو یہ عمل جو اس نے کیا یہ ضرورت تھی نہ کہ عادت۔ تو جب آپ اپنے کاموں پہ نظر دوڑائیں گے تو کچھ کام آپ ضرورتاً کرتے ہیں اور کچھ کام آپ عادتاً کرتے ہیں۔ یقیناً آپؐ کے مبارک کام بھی ان دو حصوں میں تقسیم ہیں۔ کچھ کام آپؐ عادتاً فرماتے تھے اور کچھ کام ضرورتاً فرماتے تھے۔ اب ان میں سے ہم نے تابعداری کن کاموں کی کرنی ہے؟ فرمایا: ''علیکم بسنتی ''وہ جو میں عادتاً کام کرتا ہوں ان کی تابعداری کرو! اب حدیث میں دونوں چیزیں آئیں گی سنت والے کام بھی اور عادت والے کام بھی۔ اب جس میں دو چیزیں آجائیں وہاں ہمیں حکم ہے: ''علیکم بسنتی'' ''آپؐ کی عادت کا اتباع کرنا ہے آپؐ کی مبارک عادت کو ہم نے بھی عادت بنانا ہے اور اپنانا ہے۔'' (صفحہ 5)

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر صاحب، ڈائریکٹر سیرت چیئر، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور اپنی کتاب ''علوم الحدیث۔ فنی، فکری اور تاریخی مطالعہ'' میں زیرِعنوان ''حدیث'' لکھتے ہیں:

''لغت میں حدیث کا لفظ حدث یحدث تحدیث سے ماخوذ ہے۔ تحدیث کے معنی ہیں بات کرنا، کلام کرنا، خبر دینا۔ اس لحاظ سے اس کے معنی کلام اور گفتگو کے ہیں۔

امام راغب، ابوالقاسم حسین بن محمد نے ''مفردات فی غریب القرآن'' میں حدیث کی تعریف یہ لکھی ہے: ''کل کلام یبلغ الانسان من جھۃ السمع او الوحی فی یقظتہ او منامہ یقال لہ حدیث'' (وہ کلام جو انسان کو بذریعہ سماعت یا وحی حالت بیداری یا نیند میں پہنچے حدیث کہلاتا ہے۔) (صفحہ 24)

اس کے بعد ''حدیث کا اصطلاحی مفہوم'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''گفتگو کو عربی میں حدیث کہتے ہیں۔ اس کی جمع صحیح مذہب کے مطابق احادیث ہے۔ دنیا کے عجائبات اور خلاف امید واقعات کی حکایات اور قصوں کو بھی احادیث فرمایا گیا ہے۔ ''فجعلنھم احادیث'' (ہم نے حوادث کو کہانیوں کی صورت دے دی۔) ''ما یاتیھم من ذکر من ربھم محدث'' (ان کے رب کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آتی ہے۔) ... آنحضرت ﷺ کے ارشادات کو اور قرآن عزیز کو بھی حدیث کا نام دیا گیا: ''و اذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثاً'' (جب آنحضرت ﷺ نے اپنی بعض بیویوں سے آہستہ بات کی۔)

''من اصدق من اللہ حدیثاً'' (اللہ تعالیٰ سے زیادہ کس کی حدیث سچی ہے۔) رسول اللہ ﷺ نے اپنے اقوال کو خود حدیث کا نام دیا'' (صفحہ 25-26)

قرآن مجید میں لفظ حدیث کے استعمال کے بارے میں لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں یہ لفظ بہت سی جگہ استعمال ہوا ہے۔ چند مقامات بطور مثال ملاحظہ ہوں:

(1) فمالِ ھؤلاء القومِ لا یکادون یفقھون حدیثاً

(ان لوگوں کو کیا ہے کہ بات سمجھتے نہیں ہیں۔) آپؐ کے بیان کو حدیث کہا گیا۔

(2) و اما بنعمۃِ ربک فحدث

(اپنے رب کی نعمت کو بیان کر)

(3) ومن اصدق من اللہِ حدیثا

(اللہ سے بڑھ کر سچی بات کس کی ہوسکتی ہے۔)

(4) فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ

(آپؐ ان کے ساتھ نہ بیٹھیں جب تک وہ کسی اور بات میں نہ لگ جائیں۔)

(5) و کذالک یجتبیک ربک و یعلمک من تاویلِ الاحادیثِ

(اللہ تجھے منتخب کرے گا اور باتوں کی تہ تک پہنچنا سکھائے گا۔)

(6) فاتبعنا بعضھم بعضاً و جعلنھم احادیث

(پس ہم نے ایک کو دوسرے کے پیچھے لگادیا اور انہیں افسانہ بنادیا۔)

(7) اللہ نزل احسن الحدیثِ

(اللہ نے اچھا کلام نازل فرمایا۔)

(صفحہ 26,27)

اپنی اس تحریر کے برعکس پروفیسر صاحب بلا دلیل ایک دعویٰ اور خودساختہ وضاحت پیش کرتے ہیں کہ:

''اس بات کی وضاحت لازم ہے کہ حدیث رسولؐ صرف ایک عہد زریں کی تاریخ نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت شریعت اور قانون کی ہے۔'' (صفحہ 26)

پھر اس کے بعد لفظ حدیث کی تعریف کرتے ہوئے تسلیم کرتے ہیں کہ:

''محدثین کے اصول تحقیق، علماء کے تاریخ و سیر اور مغازی و فقہ و تفسیر وغیرہ کے لئے وضع کردہ اصولوں سے ممتاز اور منفرد ہیں۔''

(صفحہ 26)

اس کے بعد پروفیسر صاحب زیرعنوان ''سنت'' لکھتے ہیں:

''سنت کے معنی واضح راستہ، معروف راستہ اور سیرت کے ہیں راسخ عادات اور مستمر اعمال پر بھی سنت کا اطلاق معروف ہے۔ اس محاورہ کے مطابق طریقہ اور سیرت بھی سنت کے مفہوم میں شامل ہے۔ زبان کے لحاظ سے اچھی اور بری عادات دونوں پر سنت کا لفظ بولا جاتا ہے۔ حدیث

من سنة فی الاسلام سنة حسن فعمل بها بعده کتب له مثل اجر من عمل بها

بھی سنت کا لفظ اس لغوی لحاظ سے فرمایا۔ ... سنت کے متعلق اہل لغت نے کافی لکھا ہے۔ ابن الاثیر فرماتے ہیں:

(1) **الاصل فیها الطریق والسیر**

(اس کے اصل معنی طریقہ اور سیرت کے ہیں۔)

(2) جرجانی کہتے ہیں:

''**السنة: لغة العاد**''

(سنت لغت کے لحاظ سے عادت کو کہتے ہیں۔)

(3) صاحب مسلم الثبوت فرماتے ہیں:

''**السنة: لغة العاد**''

(سنت لغت میں عادت ہے۔)

(4) ابن درید نے کتاب الجمهرة میں لکھا ہے:

''**والسنة: معروفة، و سنة فلان سنة حسن او قبیحة یسنها سنا**''

سنت کے معنی عام راستہ معروف ہیں۔ کہا جاتا ہے فلاں شخص نے اچھی یا بری سنت ''طریقہ'' جاری کی۔ مضارع یسن آتا ہے اور مصدر سنا۔

(5) اسماعیل بن حماد جوہری فرماتے ہیں:

السنة: السیرة: قال الهذلی: فلا تجز عن من سیرة انت سرتها. فاول راض سنة من یسیرها.

سنت کے معنی سیرت (طرز، روش، چال ڈھال) کے ہیں۔ ھذلی شاعر کہتا ہے: جس خصلت (چال) پر تم خود چلے اس سے مت گھبرا۔ اس لئے کہ جو شخص کسی خصلت کو اختیار کرتا ہے وہی اس کو پسند کرنے والا ہوتا ہے۔

(6) علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

سن سنة حسن: طرق طریقة حسن و استن بسنة فلان و متسنن: عامل بالسنة.

(فلاں شخص نے سنت جاری رکھی یعنی اچھا طریقہ تجویز کیا۔ فلاں شخص کی سنت کی پیروی کی یعنی اس کے طرز پر عمل کرے۔ فلاں شخص سنت پر عمل کرنے والا ہے۔)

(7) ابن منظور کی لسان العرب میں ہے:

سن الله سنة ای بین طریقاً قویا ...والسنة سیرة حسنة او قبیحة.

(اللہ نے ایک پختہ اور محکم راستہ بتلایا، سنت کے معنی سیرت بھی ہیں اچھی یا بری)

(صفحہ 32,31)

پھر'' قرآن مجید میں لفظ سنت کا استعمال'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''قرآن عزیز میں یہ لفظ متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(1) **ولن تجد لِسنةِ اللهِ تبدِیلاً**

(آپ ہمارے دستور میں بغاوت نہیں پائیں گے۔)

(2) **سنة اللهِ فِی الذِین خلوا مِن قبل**

(اللہ کا دستور رہا ان لوگوں میں جو پہلے گزرے۔)

(3) **فلن تجد لِسنتِ اللهِ تبدِیلاً**

(آپ اللہ کے دستور میں تبدیلی نہ پائیں گے۔)

(4) **سنة من قد ارسلنا قبلک مِن رسلِنا.**

(ان لوگوں کا دستور چلا آرہا ہے جو ان سے پہلے تھے۔)

مندرجہ بالا مقامات پر سنت کا لفظ دستور، طور، طریقہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔

(5) **قد خلت مِن قبلِکم سنن فسِیروا فِی الارضِ**

(آپ سے قبل واقعات گزر چکے ہیں، زمین میں پھرو۔)

(6) **و اِن یعودوا فقد مضت سنت الاولِین.**

(اور پھر بھی وہی کریں گے تو پڑ چکی راہ پہلوؤں کی۔)

(7) **فھل ینظرون اِلا سنت الاولِین**

(سو کیا یہ اسی دستور کے منتظر ہیں جو ان سے پہلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔)

اس کے بعد'' حدیث نبوی ﷺ میں سنت کا لفظ'' کے زیرعنوان لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے بھی سنت کا لفظ اپنی احادیث میں استعمال فرمایا۔ جیسے صحیح بخاری میں ہے۔

اصوم و افطِر و اصلِی وا رقد وا تزوج النِسا، فمن رغِب عن سنتِی فلیس مِنِی

(میں روزے رکھتا ہوں اور چھوڑتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور نکاح بھی کئے ہیں۔ جو میری سنت سے منہ پھیرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔)۔ ایک اور حدیث میں فرمایا:

''**انه من احیی سنة من سنتی قدامیتت بعدی فان له من الاجر مثل من عمل بها من غیر ان ینقص من اجورهم شیئا و من ابتدع بدعة ضلالة لا یرضاها الله و رسوله کان علیه مثل آثام من عمل بها لا ینقص ذلک من اوزار الناس شیئا.**

(جس نے میری سنت کو زندہ کیا جو میرے بعد مرگئی ہو تو اسے ان لوگوں کی مانند اجر ملے گا جو اس پر عمل کریں گے۔ جب کہ عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی نہ ہوگی۔ اور جس نے غلط راہ نکالی جس پر اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی نہ ہو تو اسے ان تمام لوگوں کے گناہوں کا بوجھ ہوگا جو اس پر عمل کریں گے۔ اس چیز کے بغیر کہ ان کے گناہوں کے بوجھ میں کمی آئے۔)

آنحضرت ﷺ کے عمل کے لئے بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی اور بعد میں لوگوں کو بتایا: فقال : انها سنة (یہ آنحضرت ﷺ کا طریقہ کار ہے۔)''

(صفحہ 35)

سنت کا اصطلاحی مفہوم کے زیرعنوان پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:

''اصطلاح میں سنت رسول اللہ ﷺ کے حکم یا نہی یا کسی کام کے جائز قرار دینے کو کہتے ہیں۔ بعض لوگ اس کو صرف رسول اللہ ﷺ کے فعل تک محدود رکھتے ہیں۔ لیکن یہ لفظ حدیث کے مترادف ہے۔ شریعت میں آنحضرت ﷺ کے قول، فعل اور خاموشی سب سنت میں داخل ہے۔'' (صفحہ 32)

آپ نے دیکھا کہ پروفیسر صاحب کی اپنی بیان کردہ تعریفات وتشریحات کے مطابق حدیث اور سنت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ لیکن افسوس کہ اپنی ان تمام کاوشوں پر پانی پھیرتے ہوئے اور لغت، قرآن اور حدیث میں بتائے گئے سنت کے ان معانی کی صریح مخالفت میں چند ائمہ حدیث اور فقہ کے اقوال پیش کرکے اصرار کرتے ہیں کہ سنت سے مراد احادیث نبوی ہیں۔ گویا محدثین کے خودساختہ اصول لغت، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اصول و اقوال سے فائق ہیں۔

زمانے کے حکم عدل سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر پیش خدمت ہے جس میں حدیث اور سنت میں فرق واضح کیا گیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''اور صراط مستقیم جس کو ظاہر کرنے کے لئے میں نے اس مضمون کو لکھا ہے یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں اسلامی ہدایتوں پر قائم ہونے کیلئے تین چیزیں ہیں (1) قرآن شریف جو کتاب اللہ ہے جس سے بڑھ کر ہمارے ہاتھ میں کوئی کلام قطعی اور یقینی نہیں وہ خدا کا کلام ہے وہ شک اور ظن کی آلائشوں سے پاک ہے (2) دوسری سنت اور اس جگہ ہم اہلحدیث کی اصطلاحات سے الگ ہو کر بات کرتے ہیں۔ یعنی ہم حدیث اور سنت کو ایک چیز قرار نہیں دیتے جیسا کہ رسمی محدثین کا طریق ہے بلکہ حدیث الگ چیز ہے اور سنت الگ چیز۔ سنت سے مراد ہماری صرف آنحضرتؐ کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواتر رکھتی ہے اور ابتدا سے قرآن شریف کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی اور ہمیشہ ساتھ ہی رہے گی یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف خدا تعالیٰ کا قول ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اور قدیم سے عادۃ اللہ یہی ہے کہ جب انبیا علیہم السلام خدا کا قول لوگوں کی ہدایت کے لئے لاتے ہیں تو اپنے فعل سے یعنی عملی طور پر اس قول کی تفسیر کر دیتے ہیں تا اس قول کا سمجھنا لوگوں پر مشتبہ نہ رہے اور اس قول پر آپ بھی عمل کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی عمل کراتے ہیں (3) تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے اور حدیث سے مراد ہماری وہ آثار ہیں کہ جو قصوں کے رنگ میں آنحضرتؐ سے قریباً ڈیڑھ سو برس بعد مختلف راویوں کے ذریعوں سے جمع کئے گئے ہیں۔ پس سنت اور حدیث میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ سنت ایک عملی طریق ہے جو اپنے ساتھ تواتر رکھتا ہے جس کو آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ سے جاری کیا اور وہ یقینی مراتب میں قرآن شریف سے دوسرے درجہ پر ہے۔ اور جس طرح آنحضرتؐ قرآن شریف کی اشاعت کے لئے مامور تھے ایسا ہی سنت کی اقامت کے لئے بھی مامور تھے۔ پس جیسا کہ قرآن شریف یقینی ہے ایسا ہی سنت معمولہ متواترہ بھی یقینی ہے۔ یہ دونوں خدمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے بجالائے اور دونوں کو اپنا فرض سمجھا۔ مثلاً جب نماز کے لئے حکم ہوا تو آنحضرتؐ نے خدا تعالیٰ کے اس قول کو اپنے فعل سے کھول کر دکھلا دیا اور عملی رنگ میں ظاہر کر دیا کہ فجر کی نماز کی یہ رکعات ہیں اور مغرب کی یہ اور باقی نمازوں کے لئے یہ یہ رکعات ہیں۔ ایسا ہی حج کر کے دکھلایا اور پھر اپنے ہاتھ سے ہزار ہا صحابہ کو اس فعل کا پابند کر کے سلسلہ تعامل بڑے زور سے قائم کر دیا۔ پس عملی نمونہ جو اب تک امت میں تعامل کے رنگ میں مشہود و محسوس ہے اسی کا نام سنت ہے۔ لیکن حدیث کو آنحضرت صلعم نے اپنے روبرو نہیں لکھوایا اور نہ اس کے جمع کرنے کے لئے کوئی اہتمام کیا۔ کچھ حدیثیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع کی تھیں لیکن پھر تقویٰ کے خیال سے انہوں نے وہ سب حدیثیں جلا دیں کہ یہ میرا سماع بلاواسطہ نہیں ہے خدا جانے اصل حقیقت کیا ہے۔ پھر جب وہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم کا گذر گیا تو بعض تبع تابعین کی طبیعت کو خدا نے اس طرف پھیر دیا کہ حدیثوں کو بھی جمع کر لینا چاہئے تب حدیثیں جمع ہوئیں۔ اِس میں شک نہیں ہو سکتا کہ اکثر حدیثوں کے جمع کرنے والے بڑے متقی اور پرہیزگار تھے انہوں نے جہاں تک ان کی طاقت میں تھا حدیثوں کی تنقید کی اور ایسی حدیثوں سے بچنا چاہا جو ان کی رائے میں موضوعات میں سے تھیں اور ہر ایک مشتبہ الحال راوی کی حدیث نہیں لی۔ بہت محنت کی مگر تاہم چونکہ وہ ساری کارروائی بعد از وقت تھی اس لئے وہ سب ظن کے مرتبہ پر رہی بایں ہمہ یہ سخت ناانصافی ہوگی کہ یہ کہا جائے کہ وہ سب حدیثیں لغو اور نکمی اور بے فائدہ اور جھوٹی ہیں بلکہ ان حدیثوں کے لکھنے میں اس قدر احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور اس قدر تحقیق اور تنقید کی گئی ہے جو اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی۔ یہودیوں میں بھی حدیثیں ہیں اور حضرت مسیح کے مقابل پر بھی وہی فرقہ یہودیوں کا تھا جو عامل بالحدیث کہلاتا تھا لیکن ثابت نہیں کیا گیا کہ یہودیوں کے محدثین نے ایسی احتیاط سے وہ حدیثیں جمع کی تھیں جیسا کہ اسلام کے محدثین نے۔ تاہم یہ غلطی ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ جب تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں اس وقت تک لوگ نمازوں کی رکعات سے بے خبر تھے یا حج کرنے کے طریق سے ناآشنا تھے کیونکہ سلسلہ تعامل نے جو سنت کے ذریعے سے ان میں پیدا ہو گیا تھا تمام حدود اور فرائض اسلام ان کو سکھلا دیئے تھے اس لئے یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ان حدیثوں کا دنیا میں اگر وجود بھی نہ ہوتا جو مدت دراز کے بعد جمع کی گئیں تو اِسلام کی اصلی تعلیم کا کچھ بھی حرج نہ تھا کیونکہ قرآن اور سلسلہ تعامل نے ان ضرورتوں کو پورا کر دیا تھا۔ تاہم حدیثوں نے اس نور کو زیادہ کیا گویا اسلام نور علیٰ نور ہو گیا اور حدیثیں قرآن اور سنت کے لئے گواہ کی طرح کھڑی ہو گئیں اور اسلام کے بہت سے فرقے جو بعد میں پیدا ہو گئے ان میں سے سچے فرقے کو احادیث صحیحہ سے بہت فائدہ پہنچا۔ پس مذہب اسلم یہی ہے کہ نہ تو اِس زمانہ کے اہلحدیث کی طرح حدیثوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ قرآن پر وہ مقدم ہیں اور نیز اگر ان کے قصے صریح قرآن کے بیانات سے مخالف پڑیں تو ایسا نہ کریں کہ حدیثوں کے قصوں کو قرآن پر ترجیح دی جاوے اور قرآن کو چھوڑ دیا جائے اور نہ حدیثوں کو مولوی عبداللہ چکڑالوی کے عقیدہ کی طرح محض لغو اور باطل ٹھہرایا جائے بلکہ چاہئے کہ قرآن اور سنت کو حدیثوں پر قاضی سمجھا جائے اور جو حدیث قرآن اور سنت کے مخالف نہ ہو اس کو بسر و چشم قبول کیا جاوے یہی صراطِ مستقیم ہے۔ مبارک وہ جو اس کے پابند ہوتے ہیں۔ نہایت بدقسمت اور نادان وہ شخص ہے جو بغیر لحاظ اس قاعدہ کے حدیثوں کا انکار کرتا ہے۔''

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی۔ روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 209-212)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمی کارناموں کو بیان کرتے ہوئے سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''دسواں کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کیا کہ فقہ کی اصلاح کی جس میں سخت خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں اور اس قدر اختلاف ہو رہا تھا کہ حد نہ رہی تھی آپؑ نے اس کے متعلق زریں اصول باندھا اور فرمایا شریعت کی بنیاد مندرجہ ذیل چیزوں پر ہے۔ (1) قرآن کریم (2) سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (3) احادیث جو قرآن کریم اور سنت اور عقل کے خلاف نہ ہوں (4) تفقہ فی الدین (5) اختلاف طبائع وحالات۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ایک عظیم الشان کارنامہ ہے کہ آپؑ نے سنت اور حدیث کو الگ الگ کیا۔ آپؑ نے فرمایا سنت تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عمل ہے جس پر آپؐ قائم ہوئے اور دوسروں کو اس کی ترغیب دی۔ اور حدیث وہ قول ہے جو آپؐ نے بیان کی۔ اب دیکھو ان پانچ اصول سے آپؑ نے کیسی اصلاح کر دی ہے۔ سب سے اول درجہ پر آپؑ نے قرآن کریم کو رکھا کہ وہ خدا کا کلام ہے مفصل ہے مکمل ہے اس میں نہ کوئی تبدیلی ہوگی نہ ہوئی ہے نہ کوئی تبدیلی کر سکتا ہے کیونکہ اس کی حفاظت کا وعدہ ہے۔ ایسے کلام سے بڑھ کر کونسی بات معتبر ہو سکتی ہے۔ اس کے بعد سنت ہے کہ صرف قول سے اس کا تعلق نہیں بلکہ عمل سے ہے اور عمل بھی وہ جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود کیا کرتے تھے اور متواتر کرتے تھے۔ ہزاروں لوگ اسے دیکھتے تھے اور اس کی نقل کرتے تھے۔ یہ نہیں کہ ایک یا دو یا تین کی گواہی ہو کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کہتے سنا بلکہ ہزاروں آدمیوں کا عمل کہ ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں کرتے دیکھ کر آپ کی اتباع میں ایسا کام شروع کیا۔ اس سنت میں

غلطی کا احتمال بہت ہی کم رہ جاتا ہے۔اور یہ حدیث سے جو چند افراد کی شہادت ہوتی ہے بہت افضل ہے۔اس کے بعد آپؑ نے حدیث کو رکھا۔لیکن ان کے متعلق یہ شرط لگائی کہ صرف راویوں کی پرکھ ان کی صداقت کی علامت نہیں بلکہ ان کا قرآن کریم سنت اور قانون قدرت کے مطابق ہونا ضروری ہے۔حدیث کے بعد تفقہ فی الدین کا مرتبہ رکھا کہ عقل کو استعمال کر کے جو مسائل میں ترقی ہوتی ہے اس کے لئے بھی رستہ کھلا رہے۔پھر پانچویں بنیاد فقہ کی آپ نے مختلف حالات اور مزاجوں کو مقرر کیا اور اسے شریعت اسلامیہ کا ضروری جزو قرار دیا۔اس اصل سے بہت سے مختلف فیہ مسائل حل ہو گئے۔مثلاً آمین کہنے پر جھگڑے ہوتے تھے۔آپؑ نے فرمایا۔جس کا دل اونچی آمین کہنے کو چاہے وہ اونچی کہے جس کا دل اونچی کہنا نہ چاہے نہ کہے۔ جب یہ دونوں باتیں ثابت ہیں تو ان پر جھگڑا فضول ہے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مزاج کے لوگوں کو مدنظر رکھ کر دونوں طرح عمل کیا ہے پس ہر اک شخص اپنے مزاج کے مطابق عمل کر سکتا ہے۔دوسرے کے فعل سے سروکار نہیں رکھنا چاہئے۔اسی طرح فرمایا کہ جس کا دل چاہے سینہ کے اوپر ہاتھ باندھے جس کا دل چاہے ناف کے نیچے باندھے۔انگلی اٹھائے یا نہ اٹھانے کے متعلق رفع یدین کرنے یا نہ کرنے کے متعلق بھی یہی فرمایا کہ دونوں طرح جائز ہے۔اسی طرح بہت سے جھگڑوں کو جو کسی شرعی اختلاف کی وجہ سے نہ تھے بلکہ دو جائز باتوں پر جھگڑنے کے سبب سے تھے اور شریعت کی اس حکمت کو نہ سمجھنے کے سبب سے تھے کہ اس میں مختلف طبائع کا لحاظ رکھ کر مختلف صورتوں کو بھی جائز رکھا جاتا ہے آپؑ نے مٹا دیا۔“

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کارنامے۔انوار العلوم،جلد10، صفحہ178-179)

ایک اور جگہ پر حضورؓ فرماتے ہیں:

”اور آپ نے ان لوگوں کے جواب میں جو یہ کہتے ہیں کہ پورا دین تو ہمیں حدیث سے معلوم ہوا ہے بتایا کہ حدیث اور قرآن کے علاوہ ایک تیسری چیز سنت ہے یعنی وہ کام جو رسول کریم ﷺ نے کر کے دکھائے اور جو بلاواسطہ صحابہ نے آپؐ کو کرتے ہوئے دیکھ کر آپؐ سے سیکھے اور ان کے مطابق عمل کیا،کسی زبانی حدیث کی ان کے لئے ہمیں ضرورت نہیں، ہزاروں لاکھوں مسلمانوں نے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو وہ کام کرتے ہوئے دیکھا اور اس سے اگلوں نے سیکھا۔یہ سنت کبھی قرآن کریم کے خلاف نہیں ہوتی،ہاں حدیث جو زبانی روایت ہے وہ کبھی قرآن کریم کے مخالف بھی ہو جاتی ہے اور اس میں شبہ کی گنجائش ہوتی ہے۔جب وہ قرآن کریم کے مخالف ہو تو وہ قابلِ رد ہے اور جب اس کے مطابق ہو تو قابل قبول۔کیونکہ تاریخی شہادت ہے اور تاریخی شہادت کو بلاوجہ رد نہیں کیا جا سکتا ہے ورنہ بہت سی صداقتیں دنیا سے مفقود ہو جائیں۔“

(دعوۃ الامیر،صفحہ 197)

سنت اجماعی عملی تواتر۔حدیث خبر واحد

یہ امر بھی قابل غور ہے، جیسا کہ سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے واضح فرمایا ہے کہ حدیث اور سنت میں سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ ہر حدیث ہم تک ایک صحابیؓ کی دی گئی خبر، یعنی خبرِ واحد، جس کی جمع اخبار آحاد ہے، کے ذریعے پہنچی ہے لیکن سنت ہم تک تمام صحابہ کرامؓ کے اجماع اور عملِ تواتر کے ذریعہ اسی طرح پہنچی ہے۔جس طرح کہ قرآن تمام صحابہ کرامؓ کے اجماع اور قولِ تواتر کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔

خلاصہ کلام

لغات، قرآن مجید اور احادیث کی بنیاد پر پیش کی گئی ان تمام مندرجہ بالا معروضات اور غیر احمدی علماء کی عبارات کے تقابلی مطالعہ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ سنت اور حدیث مترادف اور ہم معنی نہیں بلکہ دو الگ الگ چیزیں ہیں جنہیں علماء کے خودساختہ اصول و اصطلاحات کے ذریعہ زبردستی کھینچ تان کر بلا دلیل ہم معنی اور مترادف ثابت کرنے اور انسانی کاوشوں کو الٰہی کلام پر فوقیت دینے کی ناکام کوششیں کی جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق کو سمجھنے اور اس کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

بھٹو اور احمدیت

بھٹو اور احمدیت پر ایم ایم احمد (Vice President of the World Bank) کے انٹرویو سے ایک اقتباس

پیپلز پارٹی کے ایک سیکرٹری جنرل ہوا کرتے تھے۔ J.A.Rahim (بنگالی کمیونسٹ اور سیاسی فلسفی) جن کا پورا نام جلال الدین عبدالرحیم تھا۔

وہ بھٹو کے وزیراعظم بننے کے بعد زیر اعتاب بھی آئے۔ایک دفعہ وہ واشنگٹن آئے تو ان کے بیٹے نے جو ورلڈ بینک میں ملازم تھے مجھے بتایا کہ والد صاحب آئے ہوئے ہیں اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔بجائے اس کے وہ میرے پاس تشریف لاتے میں اُن سے ملنے چلا گیا۔

ملاقات کے دوران انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ احمد صاحب آخر بھٹو نے احمدیوں کے خلاف 74/75 میں اتنا بڑا ڈرامہ کیسے اور کیوں رچایا؟؟؟

میں نے ان سے کہا کہ میرے دو تین اندازے ہیں۔

1۔ جنرل پبلک امپریشن تھا کہ انتخابات میں احمدی بھٹو صاحب کو جتوا کر لائے ہیں۔

اس امپریشن کو ختم کرنے کے لئے بھٹو نے اتنا بڑا قدم اٹھایا۔

بھٹو کو اندازہ تھا کہ مولوی کل کلاں احمدیوں کا ایشو بنائیں گے۔خطرہ سے قبل اقدام کر دیا کہ مولوی کریڈیٹ نہ لے جائے۔

2۔بھٹو صاحب کی جبلت تھی کہ وہ ہر منظم گروہ ادارے انسٹی ٹیوٹ کو اپنے سامنے اور مدمقابل دیکھنے کے روادار نہ تھے۔

اس سوچ کے تحت احمدی ایک منظم جماعت تھی۔

میرے دلائل سن کر رحیم صاحب نے کہا: ” نہیں۔ ... اس کے علاوہ بھی ایک بات ہے۔ ... کہنے لگے بھٹو صاحب جب وزیراعظم بن گئے تو انہوں نے کہا (سوچا) کہ پاکستان ایک چھوٹے کینوس کا ملک ہے اور میں بڑے کینوس کا سیاستدان ہوں۔

چنانچہ اپنے آپ کو بڑے کینوس کا سیاستدان ثابت کرنے کے لئے پہلے تو انہوں نے غیر وابستہ ممالک کی تنظیم (nonaligned movement) کا لیڈر بننے کی کوشش کی مگر اس میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا کیونکہ اس میدان میں انڈیا بہت آگے تک کام کر چکا تھا۔

نہرو، سوکارنو اور ناصر نے یہ تحریک شروع کی تھی۔

ان لوگوں نے بھٹو کی دال نہ گلنے دی۔یہاں سے نامراد ہو کر بھٹو صاحب نے دیکھا کہ اِن عرب ریاستوں کے پاس بہت دولت آ گئی ہے اور سیاسی فہم اور سمجھ اِن کے پاس ہے نہیں۔چنانچہ انہوں نے لاہور میں اسلامی سربراہی کانفرنس کروا ڈالی اس کانفرنس میں دو بڑے اسلامی ممالک نے بھٹو صاحب کو یقین دلایا کہ اگر احمدیہ تحریک کو ختم کر ڈالو تو ہم تمہاری پشت پر ہیں۔چنانچہ اسی سے بھٹو کے ذہن میں احمدیوں کے خلاف جھپٹنے کا جذبہ پیدا ہوا۔

اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پاکستان کا کونہ کونہ احمدیوں کے خلاف نفرت میں جلنے لگا۔“

(ایم ایم احمد کے انکشافات از تنویر قیصر شاہد۔ دنیا پبلشرز لاہور،1998ء،صفحہ95-96)

مرسلہ: مکرم محمد آصف منہاس صاحب

عیسائیت کے پھیلانے میں تلوار کا کردار

مکرم ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب ریجائنا

مغربی مستشرقین اسلام پر بالکل بے بنیاد الزام لگاتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور پر پھیلا۔ اسلامی تاریخ کا علم رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ اس الزام میں ذرا بھر بھی حقیقت نہیں ہے۔ اس کے مقابل پر جب ہم عیسائیت کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں کئی مقامات پر صاف نظر آتا ہے کہ عیسائیت کے پھیلانے میں تلوار نے بھی ایک کردار ادا کیا۔ اس میں شک نہیں کہ عیسائیت کے شروع کے تین سو سال نئے مذہب کے ماننے والوں کے لئے نہایت دشوار تھے اور اس عرصے میں عیسائیوں نے بے شمار قربانیاں دیں لیکن سچائی کو نہ چھوڑا۔ اس عرصے میں عیسائی پادری اپنا وقت اور مال قربان کر کے دُور دراز کے علاقوں میں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے گئے اور بے شمار لوگوں کو عیسائیت کے عفو، رحم، اعتدال اور درگزر کی تعلیم سے آشنا کرایا۔ ان پادریوں کی قربانیوں کے نتیجے میں بہت سے لوگوں نے عیسائیت اختیار کر لی۔

لیکن جب روم کا بادشاہ کونسٹن ٹین (Constantine) عیسائی ہو گیا تو کلیسا کو دنیاوی طاقت حاصل ہو گئی۔ دنیاوی طاقت حاصل کرنے کے بعد بھی عیسائی پادری دنیا کے مختلف حصوں میں عیسائیت کی تبلیغ کرتے رہے لیکن جیسے جیسے ان کی دنیاوی طاقت بڑھتی گئی عیسائیت کے پھیلاؤ میں تلوار کا کردار بھی بڑھتا گیا۔ عیسائی قوموں نے نہ صرف غیر عیسائی قوموں کو جبری مذہبی تبدیلی کا نشانہ بنایا بلکہ آپس میں بھی ایک فرقے نے دوسرے فرقے کو جبراً مذہب تبدیل کرنے کے لئے مجبور کیا۔ یہاں صرف عیسائی قوموں کا غیر عیسائی قوموں سے سلوک اور جبری تبدیلیٔ مذہب پر بحث مقصود ہے۔ فرقہ وارانہ لڑائیوں اور ظلم و ستم کی ایک لمبی داستان ہے جس کے لئے بہت سے صفحات درکار ہیں۔

عیسائیت میں جبر کا آغاز کونسٹن ٹین (Constantine) سے ہوا جس نے کچھ مندر گرانے کا حکم دیا لیکن باقاعدہ جبراً مذہبی مظالم کا سلسلہ کونسٹن ٹین کے بیٹے کونسٹن ٹیئس ثانی (ConstantiusII) کے زمانے میں شروع ہوا جب اس نے تمام مندر گرا دینے کا حکم دیا اور مشرکانہ قربانیوں میں حصہ لینے یا شامل ہونے پر اور بت پرستی پر موت کی سزا مقرر کی۔

27 فروری 380ء کو بادشاہانِ روم (Gratian, Theodosius 1, Valentinian11) گریشین، ویلن ٹینین ثانی اور تھیوڈوسیس اول نے ایک شاہی حکم نامہ جاری کیا جن کو حکم نامہ تھیسالونیکا (Edict of Thessalonica) کا نام دیا گیا۔ اس حکم نامے کا متن یہ ہے:

"یہ ہماری خواہش ہے کہ وہ تمام مختلف اقوام جو ہمارے رحم اور اعتدال کے زیرِ سایہ ہیں کو اس مذہب کا اقرار کرتے رہنا چاہئے جو روم کے رہنے والوں کو رسول اللہ پطرس نے دیا تھا۔...

ہم اس مذہب کے ماننے والوں کو کیتھولک عیسائی کہلانے کی اجازت دیتے ہیں لیکن جہاں تک دوسروں کا تعلق ہے چونکہ ہمارے خیال میں وہ احمق اور دیوانے ہیں، ہم حکم دیتے ہیں کہ ان پر ذلت آمیز نام ملحد کی چھاپ لگا دی جائے۔ اور ان کو اپنی عبادت گاہوں کو چرچ کہنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ ان کو پہلے تو عذابِ الٰہی کا سامنا کرنے پڑے گا اور پھر اس کے بعد ہماری سزا بھگتنی ہو گی جو ہم رضائے الٰہی سے طے کریں گے۔"

(Codex Theodosianus,xvi.1.2)

تیسری صدی سے پندرھویں صدی تک یہودیوں کو گال، آئبیریا اور بازنطینی سلطنت (Gaul, Iberian peninsula, and Byzantine empire) میں زبردستی اپنا مذہب چھوڑ کر عیسائیت قبول کرنے کے لئے مجبور کیا گیا۔ اسی طرح صلیبی مجاہدین نے لورین، رائین، بوریا، مانز اور ورمز (Lorraine, Lower Rhine, Bavaria, Manz and Worms) میں یہودیوں کو زبردستی مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کیا۔

1391ء میں سپین کے زیادہ تر یہودی شدید فساد کی وجہ سے ترکِ مذہب کر کے عیسائی ہو گئے۔ جو اپنے مذہب پر قائم رہے انہیں حکم نامہ الحمرا کے تحت ملک بدر کر دیا گیا۔ یہ حکم نامہ 31 مارچ 1492ء کو جاری کیا گیا۔ اس میں کاسٹیل کی ملکہ ازابیلہ اور ایراگن کا بادشاہ فرڈیننڈ (Isabella I of Castile and Ferdinand II of Aragon) نے یہودیوں کو کاسٹیل اور ایراگن کی مملکتوں اور اس کے تمام علاقہ جات سے اس سال 31 جولائی تک نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ اس حکم نامے اور اس سے پہلے کے ظلم و ستم کے نتیجے میں دو لاکھ یہودیوں نے عیسائیت قبول کر لی اور 40,000 سے 100,000 تک یہودی ملک بدر ہوئے۔

(Perez Joseph. History of a Tragedy: The expulsion of the Jews from Spain. University of Illinois Press, 2007.)

سولہویں صدی کے شروع میں سپین میں شاہی حکم نامے جاری ہوئے جن کے نتیجے میں ملک میں اسلام اور مسلمانوں پر پابندیاں عائد کی گئیں۔ 1499ء میں ٹولیڈو کے آرچ بشپ کارڈینل فرانسسکو جمیز دی سیسنی روز (Cardinal Francisco Jimenez de Cisneros) نے گراناڈا میں ایک مہم چلائی جن میں جبر کے استعمال سے دوسرے مذاہب کو عیسائیت سے مذہبی مطابقت پیدا کرنے کے لئے مجبور کیا گیا۔ اس کے نتیجہ میں مسلمانوں میں بغاوت پیدا ہوئی جس کو کچل دیا گیا لیکن اس کو بہانہ بنا کر مسلمانوں کے آئینی حقوق اور وہ حقوق جو معاہدوں کے نتیجے میں حاصل کئے گئے تھے منسوخ کر دیئے گئے۔ جبراً مذہب کی تبدیلی کی حکمتِ عملی کے نتیجے میں 1501ء میں گراناڈا میں کوئی مسلمان نہیں رہا جب کہ صرف چند سال پہلے 1492ء تک گراناڈا میں 5 سے 6 لاکھ تک مسلمان رہتے تھے۔

(Harvey, LP (2005), Muslims in Spain, 1500 to 1614. Chicago: Univrsity of Chicago Press.)

گراناڈا کی کامیابی دیکھنے کے بعد کاسٹیل کی ملکہ ازابیلہ نے بھی 1502ء میں شاہی حکم جاری کیا جس کے نتیجے میں کاسٹیل

میں اسلام پر پابندی لگا دی گئی۔اس اعلان کے مطابق تمام مسلمان مرد جن کی عمر 14 سال یا اس سے اوپر ہے اور تمام عورتیں جن کی عمر 12 سال یا اس سے زیادہ ہے، کو حکم دیا گیا کہ یا تو وہ اپریل 1502ء کے آخر تک مذہب تبدیل کرلیں اور یا ملک چھوڑ دیں۔ ملک چھوڑنے کی آزادی بھی صرف نام کی ہی تھی کیونکہ سپین کے مغربی ہمسائے ملک پرتگال نے تو 1497ء میں ہی مسلمانوں پر پابندی لگا دی تھی جب کہ دوسرے ہمسائے ممالک جن میں اراگن، ویلنسیا، کیٹالونیا اور نوارے (Aaragon,Valencia,Catalonia and Navarre) شامل ہیں، نے بھی مسلمانوں کے آنے پر پابندی عائد کر دی تھی۔صرف مصر ایک ایسا ملک رہ گیا تھا جہاں مسلمان ہجرت کر سکتے تھے لیکن مصر جانے کے ذرائع بہت محدود تھے۔

اس کے بعد اراگن کے بادشاہوں نے بھی جن کو اس سے پہلے مسلمانوں کو اس لئے مذہبی آزادی دینا پڑتی تھی کیونکہ اس کی ضمانت ٹریٹی آف گراناڈا (Treaty of Granada) کے تحت ان کے عہدِ تاجپوشی میں تھی۔شاہ چارلس نے پوپ کلیمنٹ ہفتم (Clement VII) سے اس عہد سے آزادی کے لئے درخواست کی جو منظور کر لی گئی۔اس کے نتیجے میں سپین کی تمام بقیہ آبادی کو بھی جبراً مذہب تبدیل کرنے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ رہی اور 1525ء میں سپین میں سرکاری طور پر کوئی مسلمان نہیں رہا۔

زیادہ تر مسلمان جن کو مجبوراً مذہب تبدیل کرنا پڑا بظاہر عیسائی ہو گئے لیکن دل سے اسلام کو نہ نکالا اور چھپ کر اسلامی احکامات پر عمل کرتے رہے۔

(Carr, Mathew (2009), Blood and Faith, The Purging of Muslim Spain. New York: New Press.)

سیکسن جنگوں (Saxon Wars) میں شارلیمین (Charlemagne, king of Franks) نے جرمن قبیلے سیکسن کو اپنا آبائی مشرکانہ مذہب چھوڑ کر عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کیا جس کے نتیجے میں 782ء میں وردُن کا قتلِ عام (Massacre of Verden) پیش آیا جس میں شارلیمین نے 4,500 سیکسن لوگوں کا قتلِ عام کرایا۔

(Barbero, Alessandro, Charlemagne: Father of a continent> University of California Press, 2004.)

ان جنگوں کے دوران شارلیمین نے ایک حکم نامہ جاری کیا جس کو Capitulatio de partibus Saxoniae کہا جاتا ہے۔اس کے مطابق:

''اگر آج کے بعد سیکسن نسل سے تعلق رکھنے والے نے بپتسمہ کروانے سے چھپے یا بپتسمہ کروانے کی توہین کی اور اپنا مشرکانہ مذہب نہ چھوڑا تو اس کی سزا موت ہوگی۔''

(Munro, Dana Carleton, Selections from the Laws of Charles the Great. Kessinger Publications 2004.)

شمالی صلیبی جنگوں میں شمالی یورپ کے بالٹک اور سلاوی زبان بولنے والے شمالی یوروپین باشندوں کو پاپائے روم کی منظوری سے زبردستی تبدیلیِ مذہب پر مجبور کرنا عام تھا۔ جو قبائل مذہب کی تبدیلی میں مزاحمت کرتے تھے ان کو یرغمال بنا کر قتل کرنا، ان کی زمینوں پر حملہ کر کے ان کو تباہ کرنا اور قتل و غارت گری سے ان کو مجبور کرنا عام تھا۔اس کے نتیجے میں زیادہ تر مقامی آبادی کا خاتمہ ہو گیا اور ان کی زبان بالآخر نابود ہو گئی۔

(Christiansen Eric, The Northeren Crusades, London, Penguin Books.)

ولاڈمر (Vladimir the Great) کیون رس (Kievan Rus) کا حاکم دسویں صدی میں جب عیسائی ہوا تو اس نے کیو (Kiev) کے باشندوں کو دریائے ڈنایپر (Dnieper river) میں اجتماعی بپتسمہ کا حکم دیا۔

(Neese, Shelley, (2008). 3000 years of Sephrdic History, The Jerusulum Connection International)

سولھویں صدی میں (Ivan the Terrible) نے قازان آف خانیٹ (Khanate of Kazan) کو فتح کیا تو مسلمان آبادی کو قتل و غارت، ملک بدری اور جبراً تبدیلیِ مذہب کے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔

(Maurine, Perrie, ed (2006). The Cambridge History of Russia: Volume 1, From Early Rus to 1668. Cambridge University Press.)

اسی طرح اٹھارویں صدی میں روس کے ملکہ الزبتھ نے روس کے مسلمانوں اور یہودیوں کو جبراً مذہب بدلنے کے لئے ایک مہم چلائی۔

پرتگال نے سولھویں اور سترھویں صدی میں جب ہندوستان میں اپنی کالونیاں بنائیں تو مذہبی ایذا رسانی کی مہم چلائی۔ گوا (Goa) کی آبادی جو زیادہ تر ہندوؤں پر مشتمل تھی، کو سخت تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور مذہب بدلنے پر مجبور کیا گیا۔ 1567ء میں بارڈیز (Bardez) میں 300 ہندو مندر گرا دیئے گئے۔ ہندوؤں کو شادی کی رسوم ادا کرنے اور میت سوزی پر پابندی عائد کر دی گئی۔ 15 سال سے بڑے تمام ہندوؤں کو عیسائی تبلیغ سننا لازمی قرار دے دیا گیا اور نہ سننے والے کی سزا مقرر کر دی گئی۔1684ء میں کونکانی (Konkani) زبان پر پابندی لگا دی گئی اور پرتگالی زبان لازمی قرار دے دی گئی۔تمام غیر عیسائی ثقافتی علامات اور مقامی زبان میں لکھی گئی تمام کتابوں پر پابندی لگا دی گئی۔ان مظالم سے بچنے کے لئے ہندوؤں کی بڑی تعداد شہر چھوڑ کر چلی گئی۔

(David,MD ed.(1988). Western Colonialism in Asia and Christianity, Bombay.)

اس بات پر تاریخ دان متفق ہیں کہ لاطینی امریکہ میں عیسائیت کا پھیلاؤ جبراً ہوا تھا۔ چنانچہ ہسپانوی منادی (Spanish Proclamation) ایک قانونی دستاویز تھی جو سپین کی بادشاہت کی درخواست پر تیار کی گئی تھی۔ یہ دستاویز ان فاتح ہسپانویوں کو دی گئی تھی جنہوں نے لاطینی امریکہ کے مختلف ملک فتح کئے۔ فتح کے بعد یہ دستاویز مقامی مفتوح باشندوں کو پڑھ کر سنائی جاتی تھی۔ اس دستاویز کے مطابق ان کی زمین پوپ کی ملکیت ہو گئی ہے اور اگر انہوں نے فرمانبرداری نہ دکھائی بحکم شاہی مفتوح باشندوں پر جنگ اور ظلم کے ذریعے قابو پایا جائے گا۔ یہ اعلان ہسپانوی یا لاطینی زبان میں ہوتا تھا جو مقامی باشندے نہیں سمجھ سکتے تھے۔اسی طرح کا ایک اعلان فلوریڈا کی فتح کے بعد 1527ء میں فلوریڈا کے نو منتخب گورنر Pamfilo De Narvaez نے پڑھا۔ یہ ایک لمبی دستاویز ہے۔اس کا متعلقہ حصہ ذیل میں درج ہے:

''... آپ کو اس وقت تک عیسائیت کو نہ قبول کرنے کی آزادی ہے جب تک آپ کو سچائی کا علم نہیں ہو جاتا اور جب آپ عیسائیت قبول کر لیں گے تو حضورِ عالی آپ کو بہت سی رعایتیں دیں گے اور آپ پر بہت مہربانیاں کریں گے۔ لیکن اگر آپ ایسا نہیں

کریں گے اور بدنیتی پھیلائیں گے تو میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں ہر طرف سے آپ کے ساتھ جنگ کروں گا اور جس طرح مجھ سے ہو سکا آپ کو کلیسا کے تابعدار کراؤں گا اور میں آپ کو اور آپ کی بیویوں کو اور آپ کے بچوں کو غلامی میں بیچ دوں گا۔۔۔۔ اور میں آپ کا سامان لے کر آپ کو وہ نقصان پہنچاؤں گا جو میرے بس میں ہوگا ۔ ۔۔۔"

(Todoro, Tzvetan (1984) The Conquest of America. New York: Harper Perennial.)

یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ عیسائی مستشرقین اسلام کے نظامِ جزیہ پر بہت اعتراضات کرتے ہیں اور جزیہ کو ایک ناانصافی قرار دیتے ہیں۔لیکن ناظرین خود اندازہ لگالیں ان دو صورتوں میں سے کونسی صورت زیادہ انصاف کے تقاضے پوری کرتی ہے کہ ایک فاتح قوم ایک مفتوح قوم کو تین صورتوں میں سے ایک کے انتخاب کو کہتی ہے جو یہ ہیں:

1۔ہمارا مذہب قبول کرلو یا

2۔جزیہ دے کر ہماری حفاظت میں آجاؤ اور ہم تمہاری جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری لیں گے یا

3۔جنگ کے لئے تیار ہوجاؤ

جب کہ دوسری صورت میں ایک فاتح قوم ایک مفتوح قوم کو دو صورتوں میں سے ایک کے انتخاب کو کہتی ہے جو یہ ہیں:

1۔ہمارا مذہب قبول کرلو یا

2۔جنگ کے لئے تیار ہوجاؤ

ظاہر ہے کہ پہلی صورت نہ صرف انصاف کے زیادہ قریب ہے بلکہ اعلیٰ انسانیت کا مظاہرہ ہے جب کہ دوسری صورت سوائے مذہبی جنون اور تعصب کے اور کچھ بھی نہیں۔

جبراً تبدیلیٔ مذہب صرف قرونِ وسطیٰ کے زمانے کی بات نہیں ہے بلکہ انیسویں صدی کے آواخر میں کینیڈا میں اس کا مظاہرہ Indian Residential School System کی صورت میں ہوا۔ یہ دیسی لوگوں کے لئے دارالاقامت سکولوں کا ایک سلسلہ تھا جس کا انتظام کلیسا کے سپرد تھا۔ان سکولوں کا مقصد دیسی بچوں کو اپنے آباؤاجداد کے مذہب اور تہذیب کو چھوڑ کر کینیڈا کی تہذیب میں سمولینا اور عیسائیت اختیار کر لینا تھا۔ایک سو سال کے دوران تقریباً ڈیڑھ لاکھ بچے ان سکولوں میں رہے جہاں ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جاتے تھے جس کے نتیجے میں 3,200 سے 6,000 اموات ہوئیں۔بچوں کو ماں باپ سے دُور رکھا جاتا تھا اور ان کے ملاپ میں رکاوٹیں پیدا کی جاتی تھیں۔ان کو جسمانی اور جنسی اذیتیں دی جاتی تھیں۔جوان سکولوں سے تعلیم مکمل کر لیتے تھے ان کے لئے اپنے لوگوں میں واپس جانا بھی ممکن نہ ہوتا اور وہ کینیڈا کی سوسائٹی میں بھی ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ان میں سے بہت سے مایوس ہوکر شراب نوشی اور منشیات کی لت میں لگ گئے اور بہتوں نے خودکشی کر لی۔ Truth and Reconciliation Commission کے مطابق مرنے والوں کی تعداد کا اندازہ کرنا یا غائب شدہ بچوں کا پتہ لگانا ناممکن ہے کیونکہ طالب علموں کو بے نشان قبر میں دفن کر دینا ایک معمول تھا۔ بعد میں ان قبروں کا نام ونشان بھی مٹا دیا گیا۔

(Honouring the Truth, Reconciling for the Future: Summary of the Final Report of the Truth and Reconciliation Commission of Canada. National Centre for Truth and Reconciliation. Truth and Reconciliation Commission of Canada. May 31, 2015.)

مذکورہ بالا تمام بحث سے یہ ظاہر ہے کہ عیسائیت کے شروع کے 300 سال انتہائی قربانیوں کے تھے جس میں عیسائیوں نے بے شمار مظالم سہے اور بے شمار قربانیاں دیں لیکن جب عیسائیت کو دنیاوی طاقت حاصل ہوگئی تو عیسائی مظلوم سے ظالم بن گئے۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ عیسائیت کی تعلیم کا نتیجہ تھا بلکہ اس کے بالکل برعکس یہ عیسائیت کی تعلیم سے انحراف ہونے کا نتیجہ تھا۔اس بات پر تاریخ گواہ ہے کہ مختلف وقتوں میں پُر جوش، پُر تشدد اور پُر تعصب عیسائیوں نے عیسائیت کے پرچار کے لئے تلوار کا استعمال کیا۔اس کے باوجود جب متعصب عیسائی مؤرخ اسلام پر یہی الزام لگاتے ہیں تو انہیں پہلے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھ لینا چاہیے۔

یادرکھو انسان خدا کے حضور نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ کوئی اس پر خدا کی آیتیں تلاوت کرنے والا اور پھر مُزکّی کرنے والا اور پھر علم اور عمل کی قوت دینے والا نہ ہو۔ تلاوت تب مفید ہوسکتی ہے کہ علم ہو اور علم تب مفید ہوسکتا ہے جب عمل ہو اور عمل تزکیہ سے پیدا ہوتا ہے اور علم، معلّم سے ملتا ہے۔

(حقائق الفرقان، جلداول، صفحہ 539)

لفظ ہی ترجماں نہیں ہوتا

مکرم مولانا میر انجم پرویز صاحب، دمشق

تو اگر درمیاں نہیں ہوتا
سخت یہ امتحاں نہیں ہوتا
جو ترا ہی نشاں نہیں ہوتا
گل پہ تیرا گماں نہیں ہوتا
تیرے قدموں کی خاک ہو جاتا
قالبِ جسم و جاں نہیں ہوتا
تجھ سے سب کچھ، جو تو نہیں ہوتا
کچھ بھی، اے میری جاں! نہیں ہوتا
جو کروں نذر۔ جسم، جان کہ دل
تیرے شایانِ شاں نہیں ہوتا
بات کرتے ہیں روبرو تجھ سے
جب کوئی درمیاں نہیں ہوتا
ہر جگہ اور ہر زمانے میں
عشق کب اور کہاں نہیں ہوتا
وصل کی آرزو نہ ہو جس کو
ہجر اُس پر گراں نہیں ہوتا
مسکرا تو رہا ہوں محفل میں
پر غمِ دل نہاں نہیں ہوتا
درد اگر دردِ عشق نے ہوتا
وجہِ تسکینِ جاں نہیں ہوتا
کوئی غم ہوتا نے کوئی غمگیں
اِک دلِ ناتواں نہیں ہوتا
آتشِ عشق میں جلا ہوگا
ورنہ ایسا دھؤاں نہیں ہوتا
لفظ ہر چند آئینے ہیں، مگر
دل میں جو ہے عیاں نہیں ہوتا
چشم بھی بولتی ہے، چہرہ بھی
لفظ ہی ترجماں نہیں ہوتا

نماز کی ظاہری حالت اصل میں منشائے الٰہی کی تصویر ہے۔(حصہ دوم)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’پھر رکوع میں سبحان ربی العظِیم کہتا ہے۔قاعدہ کی بات ہے۔کہ جب کسی کی عظمت مان لیتے ہیں۔تو اس کے حضور جھکتے ہیں۔ عظمت کا تقاضا ہے کہ اس کے لئے رکوع کرے۔پس سبحان ربی العظِیم زبان سے کہا اور حال سے جھکنا دکھایا۔
یہ اس قول کے ساتھ حال دکھایا۔پھر تیسرا قول ہے سبحان ربی الاعلی ۔اعلیٰ افعل تفضیل ہے۔یہ بالذات سجدہ کو چاہتا ہے (جب اللہ تعالیٰ کی فضیلت بیان کرنے کا،اس کی پاکیزگی بیان کرنے کا اور بڑائی بیان کرنے کا یہ اعلیٰ ترین اظہار ہو تو پھر یہ اس چیز کو چاہتی ہے کہ سجدہ کیا جائے۔اللہ تعالیٰ کے حضور بالکل جھک جایا جائے:خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) اس لئے اس کے ساتھ حالی تصویر سجدہ میں گرنا ہے۔اس اقرار کے مناسب حال ہیئت فی الفور اختیار کر لی۔
اس قال کے ساتھ تین حال جسمانی ہیں۔(یعنی قیام،رکوع اور سجدہ۔ناقل) ایک تصویر اس کے آگے پیش کی گئی ہر ایک قسم کا قیام بھی کیا گیا ہے۔زبان جو جسم کا ٹکڑا ہے۔اس نے بھی کہا۔اور وہ شامل ہو گئی۔
تیسری چیز اور ہے وہ اگر شامل نہ ہو۔تو نماز نہیں ہوتی۔وہ کیا ہے؟ وہ قلب ہے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ قلب کا قیام ہو۔اور اللہ تعالیٰ اس پر نظر کر کے دیکھے۔کہ درحقیقت وہ حمد بھی کرتا ہے اور کھڑا بھی ہے۔اور روح بھی کھڑا ہوا حمد کرتا ہے۔جسم ہی نہیں بلکہ روح بھی کھڑا ہے۔ اور جب سبحان ربی العظِیم کہتا ہے تو دیکھے کہ اتنا ہی نہیں کہ صرف عظمت کا اقرار ہی کیا ہے۔نہیں،بلکہ ساتھ ہی جھکا بھی ہے۔اور اس کے ساتھ ہی روح بھی جھک گیا ہے۔پھر تیسری نظر میں خدا کے حضور سجدہ میں گرا ہے۔اس کی عُلوِ شان کو ملاحظہ میں لا کر اس کے ساتھ ہی دیکھے کہ روح بھی الوہیت کے آستانہ پر گری ہوئی ہے۔غرض یہ حالت جب تک پیدا نہ ہو لے اس وقت تک مطمئن نہ ہو کیونکہ یقِیمون الصلوٰۃ کے معنی یہی ہیں۔‘‘

(ملفوظات۔جلد اول،ایڈیشن 1988ء،صفحہ 434-435)

شعبہ تربیت جماعت احمدیہ کینیڈا

اس وبا کا حسین پہلو

(ایک ادبی اور تربیتی تحریر)

مکرم کاشف احمد صاحب

اور جب لوگ گھروں میں ہی رہنے لگے کتابیں پڑھ کر یا (آڈیو بکس) سن کر وقت گزارنے لگے۔ آرام کرنے، ورزش کرنے، فن پارے تخلیق کرنے اور کھیلوں میں وقت صرف کرنا سیکھ گئے۔ جینے کے نئے انداز اپنا لئے اور ٹھہر سے گئے، دھیمے سے ہو کر مزید گہرائی میں جا کر سننے اور سمجھنے لگے۔ کچھ لوگ عبادت میں لگ گئے، دعاؤں میں مشغول ہو گئے اور کچھ رقص میں۔ کچھ کی اپنے ہی سائے سے ملاقات ہوئی اور سب ہی لوگ مختلف اور ہٹ کر سوچنے لگے۔ اس طرح پھر لوگوں کو شفا حاصل ہونے لگی اور جب اس جہالت، بدد ماغی، بے حسی، پتھر دلی اور سفاکی سے دنیا پاک ہو گئی تو زمین کو بھی شفا نصیب ہوئی اور آخر جب خطرہ ٹل گیا، لوگ آپس میں مل بیٹھنے لگے تو اپنے اپنے نقصانوں پر دکھ کا اظہار کرتے ہوئے زندگی گزارنے کے نئے انداز اور نئے تخیلات کے نقوش سے اپنے خوابوں کو سجانے لگے۔ پھر زندگی ایک بالکل اچھوتے انداز، نئی سوچ کے ساتھ رواں دواں ہوئی تو زمین مکمل شفایاب ہو گئی کیونکہ لوگ اس علاج کے بعد اب پوری طرح تمام نقصان دہ صحبتوں، عادات اور روحانی بیماریوں سے شفایاب ہو چکے تھے۔

مشہور مصنف کیٹی اومارا (Kitty O'Meara) کی کتاب پیپل سٹیڈ ہوم (And the People Stayed Home) سے ایک اقتباس کا اردو ترجمہ پیش ہے۔

جن حالات میں ہم آج کل رہ رہے ہیں، یعنی سن بیس سو بیس کی اس وبا کے دنوں میں ہمیں بہت واضح طور پر اکیلے پن، تنہائی، معاشرتی دُوری اور خلوت کے فرق کو سمجھ لینا ہوگا ورنہ ہم با آسانی ان کو آپس میں گڈمڈ کر کے ایک ہی چیز سمجھ لیں گے۔

جہاں ہماری زبان نے ہمیں تنہائی جیسے لفظ سے روشناس کروا کر تکلیف دہ احساس کو جگایا ہے وہیں ایک اور لفظ خلوت بھی عطا کیا ہے جو اس کے معنی کو عظمت عطا کرتا ہے۔ یہ وہ خلوت ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کو بلایا گیا اور پھر وہ خالق اپنے بندے اپنے نبی سے طورِ سینا پر ہمکلام ہوا یہ وہی خلوت ہے جس کے نتیجے میں غارِ حرا میں آقائے دو جہاں ﷺ کو نبوت کا عظیم مرتبہ اور پوری انسانیت کے لئے ہدایت کا سرچشمہ نازل ہوا۔

ان حالات میں کبھی کبھار مکمل علیحدگی کی ضرورت پڑ سکتی ہے مگر اس وقت بھی رابطے سے روکا نہیں جاتا، بات چیت پر کوئی پابندی نہیں۔ کوئی آپ کو ہمدردی کا اظہار کرنے، دلجوئی، حوصلہ افزائی اور پیار سے پیش آنے سے نہیں روک سکتا۔ وہ سب کام جو آپ نے آج سے پہلے بس اس لئے مؤخر کئے رکھے کہ چلو یہ تو میرے اپنے گھر کے افراد ہی ہیں، ان سے کبھی بھی بات چیت ہو سکتی ہے، جذبات کا اظہار اور مل بیٹھ کر ایک دوسرے کے مشکلات اور ضروریات جانی جا سکتی ہیں، کچھ سیکھا سکھایا جا سکتا ہے، ایک دوسرے کی پسند ناپسند اور شخصیت کو سمجھنے کی کوشش کی جا سکتی ہے اور دُوریاں مٹائی جا سکتی ہیں۔ فی الحال گھر سے باہر والوں سے یہ سب کر کے دیکھنا زیادہ ضروری ہے کیونکہ اس میں مزہ اور فائدہ زیادہ ہے۔ گھر والوں کو پھر کبھی دیکھ لیں گے۔ باس کو خوش نہ کیا تو ترقی کیسے ہوگی، گاہک ناراض ہو گیا تو کاروبار کیسے چلے گا۔ گھر والے تو انتظار اور صبر کر لیں گے اس لئے ان کو پھر کبھی وقت دے لیں گے اور یہ پھر کبھی کبھی نہیں آئے یہاں تک کہ اب اس وبا نے مجبور کر ہی دیا وہ سب کرنے کے لئے جو آج سے پہلے برائے نام ہی کیا تھا۔ شاید اسی لئے عجیب لگتا ہے اور اس لئے غلط فہمی کا شکار ہیں کہ ہم اکیلے رہ گئے کوئی بات کرنے کو نہیں نہ کوئی ڈھنگ کی سرگرمی میسر ہے۔ دراصل آدمی تنہائی کا شکار خود کو صرف اس لئے سمجھتا ہے جب اسے اس کی مرضی کے روابط اور تعلقات نہ مل رہے ہوں، جب کہ وہ دراصل تنہا نہیں ہوتا۔

ماہرین نفسیات اکیلے پن کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنی رائے اور ضرورت کے مطابق بنائے ہوئے روابط اور تعلقات سے خود کو محروم سمجھتا ہے یا پھر جب اس کے خیال سے یہ تعلقات اور روابط اس کی مرضی کی مقدار اور معیار کے نہیں رہتے تو وہ تنہائی کا شکار ہو جاتا ہے۔

دراصل وہ تنہا ہوتا نہیں خود پر یہ کیفیت طاری کر لیتا ہے ورنہ پھر لوگ محفل میں بھی خود کو تنہا محسوس نہ کرتے یہ دراصل خود سے خلوت میں ملاقات کا وقت ہے۔ اپنے اصل کی طرف لوٹ آنے کا وقت۔ خود شناسی جس کو مادی ترقی کی دوڑ میں کہیں پیچھے بھول آئے تھے اور خالص انسان جس کو ہم نیا نیا سا محسوس کرنے لگے ہیں جو دراصل نیا ہرگز نہیں بس اپنی اصل فطرتِ سلیم پر واپس قائم ہونے لگا ہے جس پر وہ پیدا ہوا تھا۔

یہ وبا دراصل تمام بنی نوع انسان کو خلوت کے ان رموز سے آشکار کرنے کے لئے آئی ہے جس سے آج کا انسان محظوظ ہونے سے محروم رہا۔ ان اعلیٰ لذات پر غور کرنے اور اختیار کرنے سے محروم رہنا جن سے صرف فطرتِ سلیم پر فائز وہ اشرف المخلوقات لطف اندوز ہوتے ہیں جن کو وہ خالق پھر اپنے نبیوں، مجددین، صدیقین اور شہدا کا درجہ دیتا ہے اور اپنے عظیم انعامات سے نوازتا ہے۔

ہمیں احساسِ تنہائی سے اپنے پیاروں اور خود سے خلوت کے حصول کی لذت کا سفر اس بات پر غور کرنے سے شروع کرنا ہوگا کہ کیا وہ سب کچھ جو اب تک ہم ضروری خیال کرتے رہے، کیا اس وبا کے آنے کے بعد واقعی ضروری رہ گیا ہے؟ اور وہ سب کچھ جو دراصل ضروری تھا وہ سب کر گزرنے پر کیا ہم اب تیار ہوئے بھی ہیں یا نہیں؟ یا پھر ہم اس وقت کے جیسے تیسے گزر جانے اور مصیبت کے ٹل جانے کے منتظر ہیں تا کہ واپس اسی پرانی روش اور طرز زندگی کی طرف لوٹ جائیں جس سے نجات دلانے کے لئے یہ وبا آئی ہے؟

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 4 مئی 2020ء)

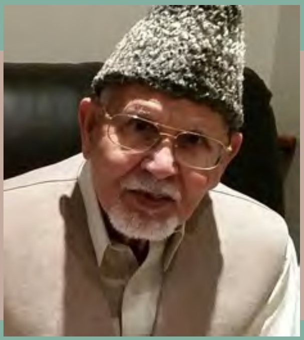

چوہدری غلام رسول صاحب

چوہدری غلام رسول صاحب مرحوم کا ذکرِ خیر

محترمہ صادقہ نصیر صاحبہ آٹوا

جماعت احمدیہ کینیڈا کی ایک بہت مخلص اور ہمہ گیر شخصیت محترم چوہدری غلام رسول صاحب یکم اگست 2020ء کو 86 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

محترم چوہدری غلام رسول صاحب کو میں انکل کہتی تھی میرا ان سے کیا تعلق تھا اور مجھے ان کے لئے قلم اٹھانے کی تحریک کیوں ہوئی اس کے لئے مجھے یہ مضمون لکھنا ناگزیر ہو گیا ہے۔

چوہدری صاحب میرے والد محترم رانا نصیر احمد صاحب مرحوم کے دیرینہ دوست تھے۔ یہ دوستی کوئی عام نہ تھی بلکہ بہت خاص تھی کیوں کہ اس کی بنیادوں میں احمدیت کی محبت، صحبتِ صالحین کی کشش اور دوستی کی اعلیٰ اقدار پر عمل پیرا ہونے کے اوصاف شامل ہیں۔

چوہدری صاحب مرحوم سے میرے والد مرحوم کی دوستی کا غاز 1954ء میں ہوا جب چوہدری صاحب نے پاکستان ائرفورس میں ملازمت شروع کی۔ میرے والد صاحب ایک سال قبل ائرفورس میں ملازمت شروع کر چکے تھے۔ ان کی ملاقات پہلی مرتبہ پی اے ایف اکیڈمی رسالپور میں ہوئی۔

اگرچہ میرے ابا جی 1986ء میں وفات پا گئے تھے مگر چوہدری صاحب اور ان کے اہلِ خانہ سے بھرپور دوستی کا چھیاسٹھ سالہ تعلق ابھی تک قائم ہے۔ ایسا تعلق جس میں خلوص و وفا میں معمولی سی بھی کمی نہیں ہوئی۔ اور اس دوستی کو اگلی نسل بھی نبھا رہی ہے۔ الحمدللہ۔ میں ان کے اہل خانہ کی اجازت سے اس صالح دوستی کے ایمان افروز واقعات کو تحریر رہی ہوں۔

چوہدری صاحب کے بارہ میں لکھنا آسان نہیں ہے۔ شاید مجھ میں بہترین الفاظ کے چناؤ کا سلیقہ نہ ہو۔ چوہدری غلام رسول صاحب مرحوم ایک ہمہ جہت انسان تھے۔ ان کی زندگی کی جہتوں کو اس مختصر مضمون میں سمونا دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ تاہم ان کی شخصیت کے خوبصورت پہلوؤں کو احاطہ کرنے کے لئے اپنی سی کوشش کروں گی۔

شخصیت کا ظاہری رکھ رکھاؤ

اگرچہ چوہدری صاحب ایک دیہاتی زمیندار پس منظر سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن سادہ مزاج ہونے کے باوجود نہایت بارعب متین اور مہذب اور نفیس انسان تھے۔ ہمیشہ بہترین لباس پہنتے۔ پینٹ کوٹ کے ساتھ جناح کیپ سر پر رکھتے۔ سرخ سفید رنگت اور اچھی صحت کے مالک تھے۔ ہمیشہ سادہ اور گھر کی بنی غذا کھاتے۔ گفتگو نہایت مہذب اور پُرحکمت ہوتی جس میں اچھی نصیحت کا پہلو بھی ہوتا جو دل میں اتر جاتا۔ ان کی باتوں سے کچھ نہ کچھ سیکھنے کو ضرور ملتا۔

پیدائش

چوہدری غلام رسول صاحب کی پیدائش 2 جون 1934ء کو تلونڈی جھنگلاں ضلع گورداسپور نزد قادیان مشرقی پنجاب میں ہوئی۔ ان کے والد حضرت چوہدری غلام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے۔ تقسیم ہند کی وجہ سے چوہدری غلام رسول صاحب اپنے خاندان کے ہمراہ چک نمبر 219 رکھ برانچ ملیانوالہ ضلع لائل پور موجودہ فیصل آباد پاکستان میں مقیم ہو گئے تھے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے اور آپ کو عمرہ ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

پیشہ ورانہ سفر اور ملازمت

انہوں نے اپنے پیشہ ورانہ سفر کا آغاز 1954ء میں پاکستان ائرفورس کی ملازمت سے کیا۔ یہی وہ سال تھا جب ان کی میرے والد صاحب مرحوم سے دوستی کا آغاز ہوا۔ میرے والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ چوہدری صاحب بہت ذہین اور محنتی انسان تھے۔ ان کی اعلیٰ پیشہ ورانہ صلاحیتوں کی وجہ سے پاکستان ائرفورس کی جانب سے انہیں 1962ء میں خصوصی ٹیکنیکل ٹریننگ کے لئے امریکہ بھجوا گیا۔ پاکستان ائرفورس کی ملازمت کے دوران انہیں حسنِ کارگردگی کی وجہ سے بعض اعزازات سے نوازا گیا۔

پاکستان ائرفورس نے آپ کو 1969ء سے 1973ء تک کویت ائرفورس میں بھی خدمات بجالانے کے لئے بھجوایا۔ اس کے بعد واپس آ کر پاکستان ائرفورس میں کام شروع کر دیا۔ اس دوران وہ ملیر کینٹ، کراچی میں مقیم رہے۔

اور 1980ء میں ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد 1987ء تک کویت میں ایک انٹرنیشنل کمیونی کیشن ایکوپمنٹ کمپنی (International Communication Equipment Company) میں بطور ریڈیو ٹیکنیشن کام کرتے رہے اور 1989ء میں کینیڈا کی امیگریشن حاصل کر کے اپنے خاندان کے ہمراہ مستقل سکونت اختیار کر لی اور ریٹائرمنٹ کے بعد تک بھی کسب حلال کماتے رہے۔ انہوں نے ٹرانٹو پیئرسن انٹرنیشنل ائرپورٹ پر بطور Commissioner کام کیا۔

شادی

ان کی شادی جنوری 1958ء میں محترمہ محمودہ پروین صاحبہ سے ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو نو بچوں سے نوازا جو سب پیس ولیج کینیڈا میں مقیم ہیں اور ایک بیٹی خالدہ امریکہ میں ہیں۔

عائلی زندگی اور گھریلو معاشرت

میں نے بچپن سے ہی چوہدری صاحب کو اپنے والد صاحب کے بہت گہرے دوست کی حیثیت سے قریب سے دیکھا اور انہیں وفادار اور اہلیہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا مثالی شوہر پایا۔ اپنی اہلیہ کا بہت خیال رکھتے اور بہت قدر کرتے تھے۔ طبیعت میں عاجزی اور انکساری پائی جاتی تھی۔ معمولی سی بات پر شکریہ ادا کرنا ان کی عادتِ ثانیہ تھی۔ اس طرح ہمیشہ شکرگزاری اور احسانِ ممنونیت سے لبریز رہتے تھے۔

اپنی اہلیہ کے عزیز و اقارب کی قدر کرتے اور دل کھول کر مہمان نوازی کرتے۔ اپنے تمام رشتہ داروں سے حسن سلوک مثالی تھا۔

اپنی تمام اولاد سے یکساں طور پر بہت محبت تھی۔ ان کی دینی اور دنیوی تعلیم کا بھی خیال تھا۔ ان کی تربیت کا ہی نتیجہ ہے ان کی ساری

اولاد بہت اطاعت شعار، فرمانبردار، سعادت منداور دیندار ہے اور سب بچوں میں ان کی شخصیت کے تمام اعلیٰ اوصاف کی جھلک نظر آتی ہے۔ دعا گو بزرگ تھے اپنی اولاد کے حق میں بہت دعائیں کرنے والے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ ان کی سب سے چھوٹی بیٹی سعدیہ کی شادی کی تقریب تھی۔ شادی کے بعد ہم واپسی کے لئے ہال کے باہر کار میں اُن کا انتظار کر رہے تھے۔ چوہدری صاحب کافی دیر بعد ہال سے باہر نکلے یہاں تک کہ تمام مہمان بھی رخصت ہو چکے تھے۔ اہلیہ کے استفسار پر کہ اتنی دیر کیسے ہوگئی؟ جواب دیا۔ ''میں شکرانے کے نفل ادا کر رہا تھا کہ اللہ کے فضل سے میری پانچوں بیٹیاں اپنے گھروں کی ہوگئیں الحمدللہ۔'' یہ تھا ان کا اخلاص اور جذبہ شکر!

رشتہ داوں سے حُسنِ سلوک

انکل اپنے تمام قریبی اور دُور کے رشتہ داروں کی نہ صرف خبر گیری کرتے بلکہ مالی اور اخلاقی مدد بھی کرتے۔ اپنے چھوٹے بھائی کو ہمیشہ اپنے ہاں رکھا۔ جتنا عرصہ کورنگی میں رہے اُن کی شادی سے قبل اُن کے بھائی چوہدری غلام مصطفےٰ صاحب ان کے ساتھ رہے۔ ان کے ساتھ اتنا حسن سلوک تھا کہ ہم اُن کے چھوٹے بھائی کو اُن کے گھر کا ہی فرد سمجھتے تھے۔ وہ بھی ہمارے والد صاحب کے ساتھ بڑے ادب اور احترام سے پیش آتے۔

احمدیت سے لگاؤ

بلا شبہ چوہدری صاحب احمدیت سے دلی لگاؤ رکھتے تھے اور احمدیت سے محبت کا عملی نمونہ تھے۔ اور گھر میں بھی احمدیت اور خلافت سے وابستگی کے عملی نمونے نظر آتے۔ اپنے بیرونِ ملک قیام کے دوران اپنے اہل خانہ اور بچوں کی رہائش کے لئے ربوہ میں مکان بنوایا ہوا تھا اسی طرح کینیڈا میں بھی پیس ویلج میں رہائش تھی تاکہ نماز اور دیگر جماعتی سرگرمیوں میں شمولیت کر سکیں اور بچوں کی دینی تربیت ہو سکے۔

کورنگی کراچی میں قیام کے دوران ہر نئے آنے والے احمدیوں کو اپنے محلے اور قرب میں مکانات کے حصول میں کوشاں رہتے۔ ان کی کوششوں سے اس عرصہ میں بہت سے احمدی گھرانے کورنگی میں آباد ہوئے۔

جماعت سے وابستگی کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے مختلف جماعتوں میں مختلف عہدوں پر کام کیا۔ کورنگی، کراچی میں صدر اور سیکرٹری مال کی حیثیت سے اور کینیڈا میں دارالقضاء میں کئی سال تک قاضی کی حیثیت سے خدمت کی۔ اُن کی احمدیت سے محبت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آج ان کے بہت سے پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں وقفِ نو کی مبارک سکیم میں شامل ہیں اور کم وبیش سب بچے جماعت کے مختلف عہدوں پر خدمات انجام دے رہے ہیں اس کی قدرے تفصیل درج ذیل ہے۔

مکرم مبشر محمود صاحب فعال رکن ہیومینٹی فرسٹ کینیڈا

مکرم خالد رسول صاحب نیشنل سیکرٹری جائیداد کینیڈا

مکرم طاہر رسول صاحب سیکرٹری تحریک جدید پیس ویلج کینیڈا

محترمہ سعدیہ ملک صاحبہ نیشنل سیکرٹری صلوٰۃ کمیٹی لجنہ اماء اللہ کینیڈا

بہو عظمیٰ نورین صاحبہ نیشنل سیکرٹری ضیافت لجنہ اماء اللہ کینیڈا

مخلص دوست

یوں تو چوہدری صاحب کی شخصیت ایسی تھی کہ جو بھی ایک بار اُن سے مل لیتا اُن ہی کا ہو جاتا اور یہ وصف ان کی اہلیہ اور تمام بچوں بہوؤں اور دامادوں میں بھی بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔

میں اپنے گھرانے کے ساتھ ان کے تعلق کو بیان کرنے سے پہلے یہ کہوں گی کہ جب اللہ تعالیٰ کسی انسان پر نظر کرم کرتا ہے تو اسے صحبتِ صالحین عطا کرتا ہے۔ میرے والد صاحب کی خوش قسمتی تھی کہ جنہیں 1954ء میں چوہدری صاحب جیسے متقی، پارسا، ایماندار، وفادار مخلص اور صالح انسان کی دوستی میسر ہوگئی جو اگلی نسل تک قائم ہے۔

بچپن سے اب تک اتنی یادیں وابستہ ہیں ان کے تذکرے کے بغیر ان کا ذکر خیر ادھورا رہے گا۔

میں نے پہلی بار چوہدری صاحب اور ان کے اہل خاندان کو 1965ء کے اوائل میں دیکھا جب ہمارے والد صاحب کی پوسٹنگ کوئٹہ سے پی اے ایف سرگودھا سرکیسر میں ہوئی۔ انکل وہاں پہلے سے تعینات تھے۔ پہلا پڑاؤ انہی کے گھر تھا۔ نہایت والہانہ استقبال، پُرتکلف کھانا اور شاندار میزبانی سے ان کے گھرانے سے دائمی دوستی کا آغاز ہوا۔ میں اگرچہ اس وقت بہت چھوٹی تھی مگر میں نے اس کم عمری میں ہی محسوس کر لیا تھا کہ میرے ابا جی کے یہ دوست اور گھرانہ فرشتہ صفت ہیں۔

پورا ہفتہ ان کی تاکید پر ان کی اہلیہ ہمارے گھر کھانا بھجواتی رہیں تاکہ میری امی سکون کے ساتھ سامان کھول کر گھر سیٹ کر سکیں۔ ہمارا سرکیسر میں قیام صرف ایک ماہ کا تھا کیوں کہ ہمارا تبادلہ جلد ہی پی اے ایف کورنگی کریک کراچی ہوگیا تھا۔ اس ایک ماہ میں اتنے مانوس ہو گئے تھے کہ ہم دونوں خاندانوں نے مل کر وادی سون سرکیسر (خوشاب) کی خوب سیر کی۔ مجھے اس تین روزہ سیر کے دوران بھی چوہدری صاحب اور ان کی اہلیہ کی مروت، ایثار اور قربانی کے نمونے دیکھنے کو ملے۔ اگرچہ ان کے اپنے بچے بھی چھوٹے تھے مگر پہاڑ کی سیر کے دوران انکل نے میری چھوٹی بہن صفیہ کو جو ایک سال کی تھی گود میں اٹھائے رکھا تاکہ ان کے دوست یعنی میرے ابا جی اپنی دوسری بچی کو سنبھالنے میں آسانی محسوس کریں۔ ہمارا وہاں تین دن ان کے مشترکہ ساتھی کے ہاں قیام تھا۔ اس دوران ایک دن ایک بنگالی دوست کے ہاں دعوت بھی تھی۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اتنی گہری قربت کے باوجود دونوں گھرانوں کی خواتین نے اپنے دائرہ میں پردے کا اہتمام کیا۔ تمام عمر چوہدری صاحب کی اہلیہ میرے ابا جی سے اور میری امی، چوہدری صاحب سے پردہ کرتی رہیں۔

ہماری سرکیسر (خوشاب) سے واپسی سے پہلے دونوں میاں بیوی نے سامان باندھنے میں مدد کی۔ رات کا کھانا دیا اور اگلے دن سفر کے لئے بھی کھانے کا بڑا ٹفن باکس ساتھ دیا اور پورا خاندان سرگودھا چھوڑنے گیا۔ ہم 1965ء کی جنگ سے پہلے کراچی شفٹ ہوگئے۔ 1966ء میں چوہدری صاحب کی پوسٹنگ بھی کراچی میں ہوگئی۔ ان کا کراچی آنا ہمارے لئے خوشگوار واقعہ تھا۔ میرے ابا جی نے ان کے لئے اپنے ہی گھر کے قریب گھر کرائے پر ڈھونڈ کر دیا۔ پھر میرے ابا جی نے چوہدری صاحب سے اصرار کیا کہ کرایوں پر رقم ضائع کرنے کی بجائے اپنا مکان خریدیں۔ ایک دوست نے بھی دوست کے مخلصانہ مشورہ کو ماننے میں تامل نہ کیا۔ اور ذاتی مکان بھی ہماری ہی گلی میں خریدا۔

اب یہ دونوں خاندان اتنے قریب ہوگئے کہ پورے محلے کے لوگ میرے ابا جی اور چوہدری صاحب کو سگے بھائی سمجھنے لگے۔ امی اور چوہدری صاحب کی اہلیہ کا سلوک بھی سگی بہنوں جیسا تھا۔ ان کے گھر کوئی اچھی چیز پکتی تو خالہ جی ہمارے ہاں ضرور بھجواتیں اور اسی طرح ہماری امی بھی۔ چوہدری صاحب اور ابا جی تقریباً روزانہ شام کو کچھ دیر اکٹھے بیٹھتے۔

میری چھوٹی بہن ناصرہ کی پیدائش پر ان کی اہلیہ نے امی کی بہت خدمت کی اور زچگی کا سارا عرصہ ہمارے گھر کے کاموں میں سگی بہن کی طرح ہاتھ بٹایا۔ پھر اس کی پیدائش کی خوشی میں ہماری دعوت بھی کی۔

اسی طرح 1969ء میں میرے نانا کی وفات پر میرے والدین ہم تین بہنوں کو چوہدری صاحب اور ان کی اہلیہ کے حوالے

کر کے پنجاب چلے گئے اور اس دوران انہوں نے ہماری دیکھ بھال کی اور نانا کے افسوس کے لئے جو لوگ آتے وہ بھی ان کے گھر ہی آتے۔ میری چھوٹی بہن ناصرہ کی بیماری پر چوہدری صاحب کی تاکید پر ان کی اہلیہ اپنے گھر کے کام کاج چھوڑ کر امی کے پاس ماری پور ہسپتال جاتیں اور واپس آ کر ہمارے لئے کھانا بناتیں۔

بچوں کے ساتھ حُسنِ سلوک

روزگار کی بے پناہ مصروفیت کے باوجود انکل کبھی بچوں سے غصے میں بات نہ کرتے۔ میں نے اور ان کی بڑی بیٹی طاہرہ نے گڑیا کی شادی رچائی۔ میں اس خوبصورت یاد کو کبھی نہیں بھلا سکتی۔ جب انکل کو پتہ چلا تو کہنے لگے بھائی ہم سب مل کر اپنی بیٹیوں کی گڑیا کی شادی کریں گے۔ پھر میری گلک توڑ کر پیسے گنے اور کہا ماشاءاللہ گڑیا کی شادی کے لئے رقم تو پوری معلوم ہوتی ہے۔ پھر وہ اپنے بچوں کے ساتھ آئے۔ ہمیں کھیلنے کا پورا موقع فراہم کیا۔ یہاں تک کہ ہماری گڑیا اور گڈے کو سلامی بھی دی۔ یہ سب کچھ انہوں نے ہم بچوں کی دلجوئی کے لئے کیا اور اپنی شمولیت سے ہمارے بچپن کو یادگار بنا دیا۔

ابھی زندگی ان خوبصورت لمحات کے ساتھ رواں دواں تھی کہ چوہدری صاحب 1969ء میں کویت چلے گئے۔ ہم ان کو ائرپورٹ چھوڑنے گئے۔ اور ان کے جانے کے بعد سے ہم سب بہت اداس ہو گئے۔

کئی سال کویت میں رہنے کے بعد پاکستان آ کر ملیر کینٹ، کراچی میں رہائش اختیار کی اور ریٹائرمنٹ کے بعد اپنی فیملی کو کورنگی، کراچی میں اپنے ذاتی مکان میں سیٹ کر کے دوبارہ بغرض ملازمت کویت چلے گئے۔ ایک مرتبہ چھٹی پر وطن واپس آئے تو میرے والد صاحب بہت بیمار تھے جتنا عرصہ چھٹی پر رہے روزانہ اپنے دوست یعنی میرے اباجی کی تیمار داری کو تشریف لاتے۔ پھر ہمارے خاندان نے کراچی چھوڑ کر لاہور میں سکونت اختیار کر لی۔ اپنی بڑی بیٹی عزیزہ کی شادی پر ہم سب کو مدعو کیا اور کویت واپس جانے سے پہلے ہمارے گھر اپنی بیٹی اور داماد نصیر احمد ورک صاحب کے ہمراہ ملنے آئے۔

1986ء میں میرے والد صاحب کی وفات کی خبر سن کر کویت میں نماز جنازہ غائب پڑھائی اور تعزیتی خط بھیجا۔

اس کے بعد آپ 1989ء میں فیملی کے ہمراہ کینیڈا گئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

1999ء میں مجھے اپنی فیملی کے ساتھ کینیڈا کی امیگریشن ملی تو ہم نے چوہدری صاحب سے ہی رابطہ کیا۔ ایک بار پھر میرے والد صاحب سے حق دوستی نبھانے اپنی اہلیہ اور بیٹوں مبشر محمود اور فضل رسول کے ہمراہ بہ نفس نفیس ائرپورٹ پر لینے آئے۔ گھر پہنچے تو ان کی دونوں بہوؤں ساجدہ اہلیہ مبشر محمود صاحب اور عظمیٰ نورین اہلیہ طاہر رسول نے ایسے والہانہ استقبال کیا کہ ہم وطن سے دُوری کو بھول گئے۔ ایک بار پھر چوہدری صاحب کے گھر کو اپنا گھر سمجھتے ہوئے انہی کے گھر اس وقت تک قیام کیا جب تک ہمارے رہنے سہنے کا بندوبست نہیں ہو گیا۔ ہمارے ابتدائی کام انہوں نے خود ساتھ جا کر کروا دئے مثلاً سوشل انشورنس کارڈ اور کرائے پر مکان کا حصول وغیرہ۔ جن دنوں ان کے ہاں قیام تھا روزانہ کام پر جانے سے پہلے ہماری خیریت دریافت کرنے نیچے آتے۔ ایک دن میرے بیٹے کو بخار تھا کہ دروازے کے باہر کھڑے ہو کر دستک دی اجازت لے کر کمرہ میں آ کر میرے بیٹے کو دوا دی اور زبردستی اپنے ہاتھوں سے جوس پلایا۔ ہم جب کرائے کے مکان میں شفٹ ہوئے تو ہمیں اپنے گھر سے بیڈز، گدے اور تکیئے فراہم کئے۔ اگلے دن اپنی اہلیہ، بیٹی اور بیٹے فضل محمود کے ہمراہ آئے اور برتنوں کا نیا سیٹ اور وافر راشن ساتھ لائے۔ ایک سال بعد میری امی کینیڈا آئیں۔ ان کے آنے پر دعوت کی اور دروازے کی اوٹ میں پردے کا احترام کرتے ہوئے امی کو آپا جی کہہ کر سلام کیا اور کینیڈا آنے کی مبارکباد دی۔

ہم نے اپنا ذاتی گھر خریدا تو میں نے انہیں مدعو کیا کہ میرے گھر آ کر دعا کرائیں۔ انکل اپنے تمام بچوں اور دامادوں اور بہوؤں کے ہمراہ آئے دعا کروائی اور مکان کی مبارکباد دی۔ اور میرے بیٹے کو پاس بلا کر میرے اباجی کا ذکر خیر کرتے رہے اور کہنے لگے "بیٹا آپ میرے بہت پیارے دوست کے نواسے ہیں گویا آپ میرے نواسے ہیں۔ آپ نے اپنے نانا کا نام روشن کرنا ہے۔"

زندگی رواں دواں تھی اور بے حد مصروف۔ لیکن جب بھی موقع ملتا انکل اور خالہ جی سے ملنے چلے جاتے۔ ہر مرتبہ وہی خندہ پیشانی اور میزبانی کی اعلیٰ روایات۔ ہر مرتبہ پاس آ کر بیٹھتے اور میرے میاں کے ساتھ گفتگو کرتے۔ ہر ملاقات میں جو بھی بات چیت کرتے اس میں حکمت اور نصیحت کا پہلو ہوتا۔

ایک مرتبہ اچانک مجھ سے سوال کیا "صادقہ بیٹی کیا آپ کو اپنے دادا جان، نانا جان اور بزرگوں کے نام معلوم ہیں؟" میں نے جب نام بتائے تو بہت خوش ہوئے اور کہا کہ وہ لوگ جو اپنے بزرگوں کے نام یاد رکھتے ہیں وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں۔ پھر دادا جان محترم غلام جیلانی صاحب کا ذکرِ خیر کرتے اور اپنے ائرفورس کے زمانے کی باتیں میرے میاں کے ساتھ شئر کرتے۔ میری آخری ملاقات 2019 میں ہوئی۔ ٹورنٹو جانا ہوا تو سوچا انکل سے ملتی چلوں۔ اگرچہ ان کی بظاہر صحت اچھی تھی لیکن یاد داشت قدرے کمزور ہو گئی تھی۔ میں نے سلام کیا تو پہچان نہ پائے۔ ان کی بیٹی نے بتایا کہ "ڈیڈی یہ رانا صاحب کی بیٹی ہیں۔" فوراً بولے میں تو ہمیشہ انہیں نصیر صاحب کہتا تھا آپ بھی یہی نام لیں۔ پھر مجھے پہچان کر باتیں کرتے رہے۔ ہم نے اجازت چاہی تو مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "بیٹی میں آپ کے اباجی کے لئے مغفرت کی بہت دعا کرتا ہوں آپ بھی میرے بعد میری مغفرت کی دعا کرنا۔" اور پھر ایک دن جولائی کے آخری ہفتہ میں ان کی بہو عظمیٰ کا پیغام ملا کہ ڈیڈی ہسپتال میں بوجہ برین ہیمبرج داخل ہیں اور پھر یکم اگست 2020ء کو ایک اور پیغام ملا کہ ڈیڈی اللہ کے حضور حاضر ہو کر کتابِ زندگی کا ایک اور ورق بند کر گئے ایک مرتبہ پھر 1986ء کے بعد اپنے پیارے والد کی یاد میں دل شدت سے بہت رویا۔

میں اور میرے خاندان کے تمام افراد چوہدری غلام رسول صاحب کے اہل خانہ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

پسماندگان

محترمہ محمودہ پروین صاحبہ اہلیہ

محترمہ طاہرہ پروین رسول صاحبہ، بیٹی

مکرم مبشر محمود صاحب و محترمہ ساجدہ صاحبہ، بیٹا اور بہو

عزیزہ نصیر القانتہ صاحبہ اہلیہ مکرم نصیر احمد ورک صاحب، بیٹی اور داماد

مکرم طاہر رسول صاحب اور محترمہ عظمیٰ نورین صاحبہ، بیٹا اور بہو

مکرم خالد رسول صاحب اور محترمہ صبا صاحبہ، بیٹا اور بہو

محترمہ خالدہ پروین رسول صاحبہ اور مکرم داؤد عزیز احمد صاحب، بیٹی اور داماد

محترمہ زاہدہ پروین رسول صاحبہ و مکرم شاہد احمد صاحب، بیٹی اور داماد

مکرم فضل محمود صاحب و محترمہ فائزہ صاحبہ، بیٹا اور بہو

محترمہ سعدیہ ملک صاحبہ و مکرم عادل ملک صاحب، بیٹی اور داماد

(باقی صفحہ 35)

ایک نہایت ایمان افروز واقعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میاں فیاض علی صاحب کپورتھلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ میرے ایک لڑکے کو مرگی کا عارضہ ہوگیا تھا۔ بہت کچھ علاج کرایا مگر ہر ایک جگہ سے مایوسی ہوئی۔

قادیان میں مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں بھی مع اس کی والدہ کے لڑکے کو بھیجا گیا مگر فائدہ نہ ہوا۔ اور اس کی والدہ مایوس ہوکر گھر واپس آنے لگی۔ اُس وقت حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں اُن کا قیام تھا۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے لڑکے کی والدہ سے فرمایا۔ ٹھہرو ہم دعا کریں گے۔ چنانچہ حضور دام اقبالہا قریباً دو گھنٹہ بچہ کی صحت کے واسطے سربسجود رہیں۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ رات کو لڑکے نے خواب میں دیکھا۔ کہ چاندنی رات ہے اور میں دورہ مرگی میں مبتلا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت الدعا کی کھڑکی سے تشریف لائے اور مجھ کو دیکھ کر دریافت کیا کہ تیرا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور ملاحظہ فرمالیں۔ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ گھبراؤ نہیں، آرام ہوجائے گا۔ اس کے بعد اس کی والدہ لڑکے کو لے کر گھر واپس چلی آئی۔ پھر میں ہر مشہور ڈاکٹر اور طبیب سے لڑکے کا علاج کرواتا رہا۔ آخر قصبہ پاپڑ ضلع میرٹھ میں ایک طبیب کے پاس گیا۔ اس نے نسخہ تجویز کیا اور رات کو اپنے سامنے کھلایا۔ اس وقت لڑکے کو نہایت سختی کے ساتھ دورہ ہو گیا۔ طبیب اپنے گھر کے اندر جاکر سوگیا۔ اور ہم دونوں باہر مردانہ میں سوگئے۔ صبح ہوئی نماز پڑھی۔ طبیب بھی گھر سے باہر آیا۔ طبیب نے کہا کہ رات کو میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ایک کتاب دی گئی۔ جب میں نے اس کو کھولا تو اس کے شروع میں لکھا ہوا تھا۔ اس مرض کا علاج املی ہے۔ چھ سات سطر اندر یہی لکھا ہوا تھا کہ اس مرض کا علاج سوائے املی کے دنیا میں اور کوئی نہیں۔ طبیب نے کہا کہ نہ تو میں مرض کو سمجھا اور نہ علاج کو۔ میں نے تمہیں اپنا خواب سنا دیا ہے۔ میں نے طبیب کے اس خواب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت کے مطابق خدا کی طرف سے الہام سمجھا اور لڑکے کو لے کر گھر چلا آیا۔ املی کا استعمال شروع کردیا۔ رات کو چار تولہ بھگو دیتا تھا۔ صبح کو چھان کر دو تولہ مصری ملا کر لڑکے کو پلا دیتا تھا۔ دو ہفتہ کے اندر اس مرض سے لڑکے نے نجات پائی۔ اور اس وقت خدا کے فضل سے گریجویٹ ہے اور ایک اچھے عہدہ پر ممتاز ہے۔

(سیرت المہدی، حصہ چہارم۔ روایت 981، صفحہ 3-4)

مرسلہ: مکرم سید طاہر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد ربوہ

چندہ وقفِ جدید

جیسا کہ احباب جماعت کو علم ہے کہ 31 دسمبر کو تحریک وقفِ جدید کا تریسٹھواں مالی سال ختم ہورہا ہے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ان شاء اللہ تعالیٰ جنوری کے شروع میں وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان فرمائیں گے۔

احباب جماعت سے درخواست ہے کہ جن دوستوں نے ابھی تک اپنے وعدہ جات کے مطابق وقفِ جدید کا چندہ ادا نہیں کیا وہ جلد از جلد ادا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اموال ونفوس میں برکت ڈالے اور آپ کی مالی قربانیوں کو اپنے فضل سے قبول فرمالے۔ آمین۔

ندیم محمود

نیشنل سیکرٹری وقفِ جدید جماعت احمدیہ کینیڈا

ولادت باسعادت

عزیزم آرش احمد سلمہ

12 اکتوبر 2020ء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل اور رحم کے ساتھ مکرم سمیر احمد صاحب و محترمہ بشریٰ شفیق صاحبہ، پیس ولیج ایسٹ کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود کا نام ”آرش احمد“ تجویز ہوا ہے اور وقفِ نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔

نومولود مکرم نثار احمد صاحب ایڈیشنل سیکرٹری مال پیس ولیج ایسٹ و محترمہ سمیرا نثار صاحبہ، کا پوتا اور مکرم ڈاکٹر سراج الدین احمد صاحب مرحوم ومحترمہ امۃ الرشید صاحبہ مرحومہ، سیالکوٹ کا پڑپوتا اور مکرم شفیق اللہ صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر احمدیہ گزٹ کینیڈا ومحترمہ شبانہ شفیق صاحبہ سابق نیشنل سیکرٹری صنعت ودستکاری لجنہ اماء اللہ کینیڈا کا نواسہ اور مکرم عنایت اللہ حصاری صاحب مرحوم ومحترمہ امۃ القدیر صاحبہ کا پڑنواسہ ہے۔

احباب جماعت سے عزیزم آرش احمد سلمہ کی درازیٔ عمر، خادمِ دین اور خلافت کے فدائی ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

بقیہ از سیدنا بلال فنڈ کی عظمت واہمیت

جماعت کی بیسیوں مالی تحریکوں میں سے یہ واحد تحریک ہے جس میں حصہ لینے والے خوش نصیبوں کے اسماء پر مشتمل ماہانہ رپورٹ حضور انور کی خدمت اقدس میں پیش ہوتی اور آپ ان خوش نصیبوں کے لئے دعا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو خلفائے احمدیت کے ان زریں نصائح پر عمل پیرا ہونے اور اس بابرکت تحریک میں فخر محسوس کرتے ہوئے بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ از چندہ کے مطالب اور اس کی فرضیت واہمیت

یعنی کہ جو بھی آپ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کریں گے قیامت کے دن تک اس کے سائے میں آپ رہیں گے۔ لیکن یہ بھی دوسری جگہ فرمادیا کہ انفاق فی سبیل اللہ دکھاوے کے لئے نہ ہو بلکہ خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ اس کی محبت حاصل کرنے کے لئے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اس کا پیار حاصل کرنے کی خاطر ہی قربانیوں کی توفیق دے۔“

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 11 جون 2004ء، صفحہ 7)

غزل

مکرم مصلح الدین راجیکی مرحوم

تم کیا جانو الفت میں کیا رنج اٹھانے پڑتے ہیں
جو راز چھپانے ہوتے ہیں وہ راز بتانے پڑتے ہیں
ایسی بھی مصیبت آتی ہے اس دل لگی کے ہاتھوں سے
اپنوں کے علاوہ غیروں کے احسان اٹھانے پڑتے ہیں
تم پھول کہو یا داغ نہیں لیکن یہ حقیقت ظاہر ہے
وہ زخم ہرے ہو جاتے ہیں جو زخم دِکھانے پڑتے ہیں
فرقت کی سحر تو ہوتی ہے پر رات کے جانے جانے تک
اشکوں کے تارے آنکھوں سے رہ رہ کے گرانے پڑتے ہیں
یہ جانِ وفا یہ راحتِ جاں تو عام جنوں کے عنواں ہیں
کچھ نام تمہارے وہ بھی ہیں جو لکھ کر مٹانے پڑتے ہیں
آدابِ محبت کی خاطر اس بزمِ جہاں میں مصلحؔ
ایسے بھی بہت گیت ہیں جو آنکھوں سے سنانے پڑتے ہیں

اعلانات

دعائے مغفرت

☆ مکرم سید بشیر احمد شریفی صاحب

18 ستمبر 2020ء کو مکرم سید بشیر احمد شریفی صاحب ملٹن ویسٹ جماعت 84 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

21 ستمبر کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں دو بجے مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسس ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اوراس کے فوراً بعد بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم اسفند سلیمان احمد صاحب مربی سلسلہ ملٹن نے دعا کرائی۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ آپ حضرت سید عبدالغنی شریفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی کے بیٹے تھے۔

مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گذار، خلیق، ملنسار، ہمدرد و خیرخواہ، دعا گو بزرگ اور نہایت مخلص احمدی تھے۔ خلافت سے صدق وصفا اور وفا کا گہرا تعلق تھا۔

آپ نے پسماندگان میں دو بیٹے مکرم سید ظفر اقبال ریحان صاحب مسس ساگا، مکرم سید عمران احمد شریفی صاحب ملٹن ویسٹ، دو بیٹیاں محترمہ قانتہ مظفر صاحبہ اہلیہ مکرم مظفر احمد صاحب مسس ساگا اور محترمہ کوکب ریحان صاحبہ اہلیہ مکرم ریحان مجید صاحب یوکے یادگار چھوڑے ہیں۔

☆ محترمہ حمیدہ احمد سیدہ صاحبہ

22 ستمبر 2020ء کو محترمہ حمیدہ احمد سیدہ صاحبہ اہلیہ مکرم صاحبزادہ محمد احمد لطیف صاحب مرحوم مسس ساگا جماعت 72 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

23 ستمبر کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں پانچ بجے مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسس ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

24 ستمبر کو گیارہ بجے نیشنل قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم مربی صاحب موصوف نے ہی قبر پر دعا کرائی۔

مرحومہ، مکرم صاحبزادہ عبدالرب مرحوم کی صاحبزادی تھیں جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور صحابی حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھانجے تھے۔ جب کہ مرحومہ کے شوہر مکرم صاحبزادہ محمد احمد لطیف صاحب مرحوم، حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے تھے۔

مرحومہ نیک صالحہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، ہمدرد و خیرخواہ، خلیق، ملنسار اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ آپ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ صدق وصفا کا گہرا تعلق تھا۔

مرحومہ نے پسماندگان میں چار بیٹیاں محترمہ امۃ القیوم سیدہ صاحبہ اہلیہ مکرم سید عبدالشکور صاحب مسس ساگا، محترمہ سیدہ بشریٰ ناصر صاحبہ سیسکاٹون، محترمہ سیدہ امۃ الباری صاحبہ امریکہ، محترمہ سیدہ ہبۃ الصبوح صاحبہ مسس ساگا، محترمہ سیدہ ہادی ناصر صاحبہ نند اور مکرم صاحبزادہ جمیل لطیف صاحب امریکہ برادر نسبتی یادگار چھوڑے ہیں۔

☆ محترمہ فرحت خورشید صاحبہ

23 ستمبر 2020ء کو محترمہ فرحت خورشید صاحبہ اہلیہ مکرم راجہ محمد سلیم صاحب وان جماعت 71 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

24 ستمبر کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں پانچ بجے مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسس ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

25 ستمبر کو گیارہ بجے نیشنل قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم امتیاز احمد سرا صاحب مربی سلسلہ وان نے قبر پر دعا کرائی۔

مرحومہ، مکرم چوہدری محمد فضل صاحب مرحوم امیر جماعت راولپنڈی کی پوتی تھیں۔ نیک صالحہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، ہمدرد و خیرخواہ، خلیق، ملنسار اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ آپ کا خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

مرحومہ نے پسماندگان میں شوہر مکرم راجہ محمد سلیم صاحب کے علاوہ دو بیٹے مکرم راجہ طلعت وسیم صاحب یوکے، مکرم اشعر سلیم صاحب وان، دو بیٹیاں محترمہ ریحان نذیر صاحبہ ملائیشیا اور محترمہ ثنا ثاقب صاحبہ ملائیشیا، بہو محترمہ وجیہہ راجہ صاحبہ یوکے اور محترمہ بشریٰ اشعر صاحبہ وان یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ مکرم پروفیسر بشارت احمد صاحب

22 ستمبر 2020ء کو مکرم پروفیسر بشارت احمد صاحب ڈرہم جماعت اچانک حرکتِ قلب بند ہوجانے کی وجہ سے 83 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

24 ستمبر کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں دو بجے مکرم مولانا مبارک احمد نذیر صاحب سابق مشنری انچارج جماعت احمدیہ کینیڈا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس کے بعد تین بجے بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم مولانا صاحب موصوف نے قبر پر دعا کرائی۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ آپ مکرم منشی سبحان علی صاحب مرحوم کاتب روزنامہ الفضل کے ہاں قادیان دارالامان میں 1937ء میں پیدا ہوئے۔ نہایت مخلص خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ پاکستان ایڈمنسٹریٹوسٹاف کالج لاہور میں پڑھاتے رہے۔

آپ نیک صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، خیرخواہ، خلیق، ملنسار، مہمان نواز، صلہ رحمی کرنے، غیر معمولی مثالی مالی قربانی کرنے والے، دعا گو بزرگ تھے۔ خوش لباس، خوش مزاج، علم دوست، خاموش طبع، جماعت کے مستعد اور فعال عہدیدار تھے۔ گزشتہ ستائیس سال سے کینیڈا میں مقیم تھے۔ اور تمام عرصہ مختلف حیثیتوں سے جماعت کی خدمات بجالاتے رہے۔ جماعت احمدیہ مانٹریال اور ڈرہم کے صدر رہے۔ تادم آخر ریجنل امیر ناردرن انٹاریو تھے۔ ماشاء اللہ اپنے بچوں کی اعلیٰ تربیت کی۔ دوست نواز شخصیت تھے۔ بعض احباب کی بڑی خاموشی کے ساتھ دامے، درمے، سخنے، قدمے ہر طرح سے مالی مدد کرتے رہے۔ بڑے ہمدرد اور مخیّر دوست تھے۔

زندگی بھر بڑے جذبے، لگن اور اخلاص سے جماعت کی خدمت کی۔ مرحومہ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ صدق و وفا کا گہرا تعلق تھا۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ فردوس بیگم صاحبہ، دو بیٹے مکرم فرحان زاہد بشارت صاحب سیکرٹری سمعی وبصری جماعت احمدیہ کینیڈا، مکرم نعمان زاہد بشارت صاحب، دو بھائی مکرم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام ظفر صاحب سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ یوکے، مکرم نصیر احمد صاحب سابق یونی ورسٹی لائبریرین امریکہ، ایک ہمشیرہ محترمہ صفیہ سبحان صاحبہ لاہور، بہو محترمہ نبیلہ بشارت صاحبہ اور محترمہ

ندرت بشریٰ صاحبہ یادگار چھوڑے ہیں۔ مرحوم کے بعض اور اعزا واقارب بھی کینیڈا میں مقیم ہیں۔

☆ مکرم سید سعید انور احمد صاحب

29 ستمبر 2020ء کو مکرم سید سعید انور صاحب برانٹ فورڈ جماعت 73 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

یکم اکتوبر کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں شام سوا سات بجے مکرم عبدالقادر عودہ صاحب واقف زندگی مسس ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

اگلے روز 2 اکتوبر نماز جمعہ سے قبل گیارہ بجے بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم انیق احمد صاحب مربی سلسلہ بریمپٹن نے قبر پر دعا کرائی۔

مرحوم، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت سید محمد اشرف شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدہ محمدی بیگم رضی تعالیٰ عنہا کے پوتے تھے۔

آپ نیک، صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، خلیق، ملنسار، ہمدرد اور مخلص انسان تھے۔ جماعت میں مختلف حیثیتوں میں خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ گزشتہ 32 سال سے واٹرلو یونی ورسٹی میں ہونے والے جلسہ مذاہب عالم کے موقع پر عوامی رابطہ کی مہم میں ایک نہایت ہی سرگرم رکن کی حیثیت سے اہم کردار ادا کرتے رہے۔ زندگی بھر بڑے جذبے، لگن اور اخلاص سے جماعت کی خدمت کی۔ مرحوم کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ صدق ووفا کا گہرا تعلق تھا۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ نجمہ انور صاحبہ، ایک بیٹا مکرم حارث احمد انور صاحب اور ایک بیٹی محترمہ مائدہ انور صاحبہ اہلیہ مکرم Chase صاحب اور بہو سمیکہ ملک صاحبہ یادگار چھوڑے ہیں۔

☆ محترمہ حسینہ محمد صاحبہ

4 اکتوبر 2020ء کو مکرم سہیل عامر صاحب بریمپٹن ویسٹ جماعت 42 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

9 اکتوبر کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں نماز جمعہ سے قبل مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسس ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تین بجے تدفین ہوئی اور مکرم محمد خالد داؤد احمد صاحب مربی سلسلہ شعبہ تبلیغ جماعت احمدیہ کینیڈا نے قبر پر دعا کرائی۔

آپ نیک، صالحہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، خلیق، ملنسار، ہمدرد اور مخلص احمدی خاتون تھیں۔ مرحوم کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

مرحومہ نے پسماندگان میں شوہر مکرم فاتح محمد الہٰ دین صاحب، تین بیٹے مکرم فاران محمد صاحب، مکرم مومن محمد صاحب، مکرم عادل محمد صاحب، والدہ محترمہ پروین اختر شفاعت صاحبہ امریکہ، چار بہنیں محترمہ انیلہ عرفان صاحبہ نادرن انٹاریو، محترمہ صائمہ اعوان صاحبہ امریکہ، محترمہ ماریہ اعوان صاحبہ جرمنی محترمہ اسماء اکبر صاحبہ امریکہ یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ مکرم سہیل عامر صاحب

6 اکتوبر 2020ء کو مکرم سہیل عامر صاحب بریمپٹن ویسٹ جماعت 60 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

8 اکتوبر کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں نماز ظہر کے بعد مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسس ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس کے بعد بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تین بجے تدفین ہوئی اور مکرم انیق احمد صاحب مربی سلسلہ بریمپٹن نے قبر پر دعا کرائی۔

آپ نیک، صالح، خلیق، ملنسار، ہمدرد اور مخلص احمدی تھے۔ مرحوم کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ صبوحی عامر صاحبہ اور بیٹی محترمہ نادیہ عامر صاحبہ بریمپٹن ویسٹ یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ مکرم محمد سرور باجوہ صاحب

13 اکتوبر 2020ء کو مکرم محمد سرور باجوہ صاحب بریمپٹن ویسٹ جماعت 87 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

15 اکتوبر کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں پونے دو بجے مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسس ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس کے بعد بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تین بجے تدفین ہوئی اور مکرم حافظ عطاء الوہاب صاحب مربی سلسلہ بریمپٹن نے قبر پر دعا کرائی۔

مرحوم، مکرم چوہدری عبدالحمید گھمن صاحب کے داماد تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت چوہدری غلام احمد گھمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ آپؓ مشہور مقدمہ پنڈت لیکھرام کے قتل کی تفتیش کرنے والی پولیس ٹیم کے ایک رکن تھے۔ تفتیش مکمل ہونے کے بعد آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کی۔

مکرم سرور باجوہ صاحب نیک، صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، خلیق، ملنسار، ہمدرد اور مخلص احمدی تھے۔ مرحوم کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔

مرحوم نے پسماندگان میں دو بیٹے مکرم عرفان سرور باجوہ صاحب، مکرم حسن سرور باجوہ صاحب اور چار بیٹیاں محترمہ ناہید کوثر باجوہ صاحبہ، محترمہ بشریٰ سرور باجوہ صاحبہ، محترمہ فرزانہ سرور باجوہ صاحبہ اور محترمہ رخسانہ سرور باجوہ صاحبہ بریمپٹن ویسٹ یادگار چھوڑی ہیں۔

یاد رہے کہ حکومت کینیڈا کے جملہ قواعد وضوابط اور سماجی فاصلے کی شرائط کو برقرار رکھتے ہوئے نماز ہائے جنازہ اور قبرستان میں تدفین کے مواقع پر صرف چند اعزہ واقارب نے ہی شرکت کی۔

ادارہ مذکورہ بالا مرحومین کے تمام پسماندگان سے دلی تعزیت کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن مرحومین کے لواحقین اور عزیزوں کو صبر جمیل بخشے۔ اور اُن کی نیکیوں اور خوبیوں کو جاری وساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اُن کے ساتھ مغفرت اور بخشش کا سلوک فرمائے۔ آمین۔

بقیہ از یادِ رفتگاں: مکرم چوہدری غلام رسول صاحب

مکرم چوہدری غلام مصطفےٰ صاحب بریڈفورڈ کینیڈا، چھوٹا بھائی

محترمہ سلیمہ بھٹی صاحبہ جرمنی، بہن

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم چوہدری غلام رسول صاحب کے تمام پسماندگان کو ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ان کے اوصافِ حمیدہ کو اپنانے اور ان کی نیک روایات کو قائم رکھنے کی توفیق دے۔ آمین